ہفت روزہ

ندائے خلافت

لاہور

15

www.tanzeem.org

یکم تا7 رجب المرجب 1436ھ/21 تا27 اپریل 2015ء

اس شمارے میں

ہائے اُس زود پشیماں کا پشیماں ہونا

اسلام میں عائلی نظام کی اہمیت اور پاکستانی فیملی لاز کی حقیقت

شعلۂ نوا

حیا اور پاک دامنی

یمن کی صورت حال اور اس کے اثرات

ممتاز قادری کیس میں عدالتی فیصلے کا جائزہ کتاب وسنت کی روشنی میں

ہیبرون میں مسجد خلیل کی زیارت

تنظیم اسلامی کی دعوتی وتربیتی سرگرمیاں

حکومتِ الٰہیہ کے باغی!

ان کی زندگی کی غایت صرف روٹی اور غذا ہے۔ خدا نے انہیں انسان بنایا تھا تاکہ وہ قوائے انسانیتِ اعلیٰ سے کام لیں، لیکن وہ مثل چارپایوں کے بن گئے، جو صرف اپنا چارا ڈھونڈتا ہے۔

﴿اُولٰٓئِکَ کَالۡاَنۡعَامِ بَلۡ ہُمۡ اَضَلُّ ؕ اُولٰٓئِکَ ہُمُ الۡغٰفِلُوۡنَ ۝﴾(الاعراف:179)

''یہ لوگ مثل چارپایوں کے ہیں، بلکہ ان سے بھی بدتر اور یہی ہیں کہ غفلت میں ڈوب گئے ہیں''۔

سو ان لوگوں کا حال یہ ہے کہ خدا کی حکومت سے باغی ہیں، اس کے قوانین سے بھی انہوں نے علانیہ سرکشی کی، اس کے پاک حدود و مواثیق کو انہوں نے یکسر توڑ ڈالا۔ وہ انسانوں کے آگے جھکتے ہیں۔ مگر فاطر الارض والسماوات کے آگے جھکنے سے انہیں شرم آتی ہے۔

وہ دنیاوی حاکموں سے ڈرتے ہیں، پر احکم الحاکمین کا ان کے دلوں میں خوف نہیں۔ انسانی بادشاہت کا اگر ایک چھوٹے سے چھوٹا قانون بھی ہو تو اس سے سرتابی کرنے کی انہیں ہمت نہیں ہوتی، پر شہنشاہِ ارض وسما کے بڑے سے بڑے قانون کو بھی ٹھکرا دینے اور ذلیل وحقیر کرنے سے وہ نہیں ڈرتے۔ کیونکہ خدا پر انہیں یقین نہیں رہا اور اس کی سزاؤں کو وہ نہیں مانتے۔ وہ اپنی نفسانی خواہشوں کے پورا کرنے کا اختیار اگر کسی انسان کے ہاتھ میں دیکھتے ہیں تو کتے کی طرح اس کے پاؤں پر لوٹتے ہیں، گدھے کی طرح اس کا مرکب بن جاتے ہیں اور غلاموں اور چاکروں کی طرح اس کے آگے ہاتھ باندھ کر کھڑے رہتے ہیں، تاکہ وہ انہیں کچھ عرصہ کے لئے روٹی دے یا تانبے اور چاندی کے چند سکے حوالے کر دے۔ پر وہ جس نے انہیں پیدا کیا، جس کی ربوبیت ان کے جسم کے ایک ایک ذرے اور خون کے ایک ایک قطرہ کو پالتی اور ہلاکت سے بچاتی ہے۔ جو ان کی فریادوں کو درد اور دکھ کے وقت سنتا اور جب وہ ہر طرف سے مایوس ہو جاتے ہیں تو انہیں امید اور مراد بخشتا ہے۔ سو اس رب الارباب کے لئے ان مغروروں کے پاس عاجزی کا ایک سجدہ، بندگی کی ایک پیشانی، بے قراریٔ محبت کی ایک پکار، تقویٰ اور احتساب کا ایک روزہ اور خلوص و صداقت کے ساتھ انفاق فی سبیل اللہ کا ایک پیسہ بھی نہیں ہے!

﴿فَوَیۡلٌ لِّلۡقٰسِیَۃِ قُلُوۡبُہُمۡ مِّنۡ ذِکۡرِ اللّٰہِ ؕ اُولٰٓئِکَ فِیۡ ضَلٰلٍ مُّبِیۡنٍ ۝﴾ (الزمر:22)

''پس تباہی ہے ان کے لیے جن کے دل اللہ کی یاد سے سخت ہو گئے ہیں اور یہی لوگ صریح گمراہی میں ہیں۔''

مولانا ابوالکلام آزاد

بنی اسرائیل کا تذکرہ

ڈاکٹر اسرار احمد

سُورة بَنِی اِسْرَاءِیل | بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ | آیات 2 تا 4

وَاٰتَیْنَا مُوْسَی الْکِتٰبَ وَجَعَلْنٰہُ ھُدًی لِّبَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ اَلَّا تَتَّخِذُوْا مِنْ دُوْنِیْ وَکِیْلًا ۭ﴿۲﴾
ذُرِّیَّۃَ مَنْ حَمَلْنَا مَعَ نُوْحٍ ۭ اِنَّہٗ کَانَ عَبْدًا شَکُوْرًا ﴿۳﴾ وَقَضَیْنَآ اِلٰی بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ فِی
الْکِتٰبِ لَتُفْسِدُنَّ فِی الْاَرْضِ مَرَّتَیْنِ وَلَتَعْلُنَّ عُلُوًّا کَبِیْرًا ﴿۴﴾

بنی اسرائیل کے اہم ترین تاریخی مقام کا ذکر کرنے کے بعد اب آئندہ آیات میں بات کو آگے بڑھاتے ہوئے اُن کی تاریخ کا حوالہ دیا جا رہا ہے۔

آیت ۲ ﴿وَاٰتَیْنَا مُوْسَی الْکِتٰبَ وَجَعَلْنٰہُ ھُدًی لِّبَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ﴾ ’’اور ہم نے موسیٰ کو کتاب (تورات) دی اور ہم نے اُسے ہدایت بنایا بنی اسرائیل کے لیے‘‘

یہاں تخصیص کر دی گئی کہ تورات تمام بنی نوع انسان کے لیے ہدایت نہیں تھی‘ بلکہ درحقیقت وہ صرف بنی اسرائیل کے لیے ایک ہدایت نامہ تھی۔

﴿اَلَّا تَتَّخِذُوْا مِنْ دُوْنِیْ وَکِیْلًا ﴿۲﴾﴾ ’’کہ تم مت بناؤ میرے سوا کسی کو کارساز۔‘‘

یعنی تورات توحید کا درس دیتی تھی۔ اس کی تعلیمات کا لب لباب یہ تھا کہ اللہ کے سوا کسی بھی دوسری ہستی یا ذات کو اپنا کارساز مت سمجھو‘ اسے چھوڑ کر کسی دوسرے پر بھروسا یا توکل نہ کرو۔

آیت ۳ ﴿ذُرِّیَّۃَ مَنْ حَمَلْنَا مَعَ نُوْحٍ ۭ اِنَّہٗ کَانَ عَبْدًا شَکُوْرًا ﴿۳﴾﴾ ’’اے اُن لوگوں کی اولاد جنہیں ہم نے سوار کرایا تھا نوحؑ کے ساتھ۔ یقیناً وہؑ ہمارا بہت ہی شکرگزار بندہ تھا۔‘‘

حضرت نوح علیہ السلام کے تین بیٹے سام‘ حام اور یافث تھے جن سے بعد میں نسل انسانی چلی۔ ان میں سے حضرت سام کی نسل میں حضرت ابراہیم علیہ السلام پیدا ہوئے‘ جن کی اولاد کو یہاں بنی اسرائیل کے طور پر مخاطب کیا جا رہا ہے۔ انہیں یاد دلایا جا رہا ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام کے ساتھ جن لوگوں کو ہم نے بچایا تھا انہی میں سے ایک کی اولاد تم ہو اور نوح علیہ السلام ہمارا بہت ہی شکرگزار بندہ تھا۔

آیت ۴ ﴿وَقَضَیْنَآ اِلٰی بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ فِی الْکِتٰبِ لَتُفْسِدُنَّ فِی الْاَرْضِ مَرَّتَیْنِ وَلَتَعْلُنَّ عُلُوًّا کَبِیْرًا ﴿۴﴾﴾ ’’اور ہم نے متنبہ کر دیا تھا بنی اسرائیل کو کتاب میں کہ تم زمین میں دو مرتبہ فساد مچاؤ گے اور بہت بڑی سرکشی کرو گے۔‘‘

یعنی تم پر دو ادوار ایسے آئیں گے کہ تم زمین میں سرکشی کرو گے‘ فساد برپا کرو گے‘ دین سے دور ہو جاؤ گے‘ لہو و لعب میں مبتلا ہو جاؤ گے‘ اور پھر اس کے نتیجے میں اللہ کی طرف سے تم پر عذاب کے کوڑے برسیں گے۔

فرمانِ نبویؐ

فکرِ آخرت کی اہمیت

عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِکٍ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم: ((مَنْ کَانَتِ الْاٰخِرَۃُ ھَمَّہٗ جَعَلَ اللّٰہُ غِنَاہُ فِیْ قَلْبِہٖ وَجَمَعَ لَہٗ شَمْلَہٗ وَأَتَتْہُ الدُّنْیَا وَھِیَ رَاغِمَۃٌ وَمَنْ کَانَتِ الدُّنْیَا ھَمَّہٗ جَعَلَ اللّٰہُ فَقْرَہٗ بَیْنَ عَیْنَیْہِ وَفَرَّقَ عَلَیْہِ شَمْلَہٗ وَلَمْ یَأْتِہٖ مِنَ الدُّنْیَا اِلَّا مَا قُدِّرَ لَہٗ)) (صحیح بخاری)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جسے آخرت کی فکر ہو اللہ تعالیٰ اس کا دل غنی کر دیتا ہے اور اس کے بکھرے ہوئے کاموں کو جمع کر دیتا ہے اور دنیا اس کے پاس ذلیل لونڈی بن کر آتی ہے اور جسے دنیا کی فکر ہو اللہ تعالیٰ محتاجی اس کی دونوں آنکھوں کے سامنے کر دیتا ہے اور اس کے مجتمع کاموں کو منتشر کر دیتا ہے اور دنیا میں اسے اتنا ہی ملتا ہے جتنا اس کے لئے مقدر ہے۔

اداریہ

مرزا ایوب بیگ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ہائے اُس زود پشیماں کا پشیماں ہونا

اندرون یمن اقتدار کی جنگ نے انارکی اور خانہ جنگی کی بدترین صورت اختیار کر لی ہے۔ باغی حوثیوں نے پہلے علی عبداللہ صالح کو حکومت سے فارغ کیا اور بعدازاں عبدالرب منصور الہادی کو ملک سے فرار ہونے پر مجبور کر دیا۔ اس تنازع میں ایران حوثی باغیوں اور سعودی عرب یمن کی حکومت کی پشت پناہی کر رہا ہے اور حقیقت یہ ہے کہ دونوں اسلامی ممالک اپنے اپنے فریق کی حمایت میں ایک دوسرے کے خلاف صف آرا ہو چکے ہیں۔ ایران خفیہ طور پر حوثیوں کی مدد کر رہا ہے، اُنہیں اسلحہ اور گولہ بارود پہنچا رہا ہے جبکہ سعودی عرب اور اُس کے اتحادی کھلم کھلا حوثیوں پر فضائی حملے کر رہے ہیں۔ پاکستان کا معاملہ یہ ہے کہ ایران اُس کا ہمسایہ اور سعودی عرب انتہائی قریبی دوست ہے۔ سعودی عرب نے تنازعہ کے آغاز ہی میں حکومت پاکستان سے رابطہ کیا اور میاں نواز شریف کو سعودی عرب کے دورہ کی دعوت دی۔ وہاں اُن کا پُر جوش خیر مقدم ہوا۔ بادشاہ سلمان بن عبدالعزیز وزیر اعظم کے استقبال کے لیے خود ہوائی اڈے پر موجود تھے۔ یہ اعزاز پہلے کسی پاکستانی سربراہ حکومت کو حاصل نہیں ہوا تھا۔ سعودی بادشاہ نے میاں نواز شریف سے ہر نوعیت کی فوجی امداد اور تعاون کی درخواست کی۔ یہ پاکستان کے لیے بڑا نازک اور حساس معاملہ تھا، لہٰذا تدبر اور معاملہ فہمی کی شدید ضرورت تھی۔ معتبر ذرائع کے مطابق میاں صاحب نے سینے پر ہاتھ رکھ کر سعودی حکومت کو ہر قسم کے تعاون کی یقین دہانی کرا دی لیکن پاکستان واپسی پر انہیں سیاسی ہی نہیں بعض مذہبی جماعتوں کی طرف سے بھی مزاحمت کا سامنا کرنا پڑا۔ ان جماعتوں کے قائدین کی طرف سے اس طرح کے بیانات جاری ہونا شروع ہو گئے: ''ہم پہلے ہی پرائی جنگ میں اُلجھ کر اپنا بہت نقصان کر چکے ہیں، ہمیں غیر جانبدار رہنا چاہئے'' وغیرہ وغیرہ۔ اس صورت حال نے نواز شریف اور اُن کی حکومت پر زبردست گھبراہٹ طاری کر دی۔ اس گھبراہٹ میں اُنہوں نے پارلیمنٹ کا مشترکہ اجلاس طلب کر لیا۔ اس اجلاس میں بھی اسی نوعیت کے بیانات سننے میں آئے۔ بہرحال پارلیمنٹ نے ایک متفقہ قرار داد منظور کر لی جس کے 12 نکات ہیں۔ اس کے نکتہ نمبر 8 میں پارلیمنٹ حکومت کو غیر جانبدار رہنے کا مشورہ دیتی ہے۔ ظاہر ہے، عالم عرب میں اس پر اظہار ناراضگی اور ناپسندیدگی کیا گیا۔ یو اے ای کے نائب وزیر خارجہ ڈاکٹر قرقاش نے دھمکی آمیز انداز میں یہ کہہ دیا کہ پاکستان کو اس قرارداد کی وجہ سے نتائج بھگتنا پڑیں گے۔ چودھری نثار جو وزیر داخلہ ہیں، اُن کی غیرت جاگ اٹھی اور اُنھوں نے اس ردعمل کو غیر دوستانہ اور غیر سفارتی قرار دیتے ہوئے اس کی مذمت کر ڈالی۔ سعودی عرب کے وزیر مذہبی امور فوراً پاکستان پہنچے۔ اُنھوں نے کہا کہ ڈاکٹر قرقاش نے دھمکی نہیں دی تھی، شکایت کی تھی۔ گویا انداز غلط تھا، بات درست تھی۔ اُنہوں نے وزیراعظم سے ملاقات کی، جس کے بعد ایک غیر معمولی بات ہوئی۔ وزیر اعظم خود پریس کے سامنے آئے اور معذرت خواہانہ انداز میں کہا کہ عرب بھائی پارلیمنٹ کی قرارداد کو سمجھ نہیں سکے۔ انہوں نے حکومت پاکستان کی طرف سے پالیسی بیان جاری کرتے ہوئے دو ایسی باتیں کیں جس سے پارلیمنٹ کی قرارداد کا دھڑن تختہ ہو گیا۔ (1) پاکستان صدر عبدالرب منصور الہادی کی حکومت کی فوری بحالی چاہتا ہے۔ (2) ایران کے وزیر خارجہ ظریف جواد کو ہم نے کہہ دیا ہے کہ وہ حوثی باغیوں کو مذاکرات کی میز پر لائے۔ سعودی عرب کے مزید اطمینان

ہفت روزہ

لاہور

ندائے خلافت

تا خلافت کی بنا دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر

تنظیم اسلامی کا ترجمان، نظامِ خلافت کا نقیب

بانی: اقتدار احمد مرحوم

یکم تا 7 رجب المرجب 1436ھ — جلد 24
21 تا 27 اپریل 2015ء — شمارہ 15

مدیر مسئول: حافظ عاکف سعید
مدیر: ایوب بیگ مرزا
نائب مدیر: محمد خلیق
ادارتی معاون: فریداللہ مروت

نگران طباعت: شیخ رحیم الدین
پبلشر: محمد سعید اسعد، طابع: رشید احمد چودھری
مطبع: مکتبہ جدید پریس، ریلوے روڈ، لاہور

مرکزی دفتر تنظیم اسلامی:

67-اے، علامہ اقبال روڈ، گڑھی شاہو لاہور-54000
فون: 36316638-36366638-
E-Mail:markaz@tanzeem.org
مقام اشاعت: 36-کے، ماڈل ٹاؤن، لاہور-54700
فون: 35869501-03 فیکس: 35834000
publications@tanzeem.org

قیمت فی شمارہ 12 روپے

سالانہ زرِ تعاون
اندرونِ ملک......450 روپے
بیرون پاکستان
انڈیا---------------------(2000 روپے)
یورپ، ایشیا، افریقہ وغیرہ (2500 روپے)
امریکہ، کینیڈا، آسٹریلیا وغیرہ (3000 روپے)
ڈرافٹ، منی آرڈر یا پے آرڈر
"مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن" کے عنوان سے ارسال کریں۔ چیک قبول نہیں کیے جاتے

''ادارہ'' کا مضمون نگار حضرات کی تمام آراء سے پورے طور پر متفق ہونا ضروری نہیں

کے لیے اپنے برادرِ خورد جناب شہباز شریف کی سربراہی میں سیاسی اکابرین کا وفد فوری طور پر سعودی عرب پہنچ گیا۔ شہباز شریف کو سعودی عرب بھیجنا صاف ظاہر کرتا ہے کہ سعودی ردعمل نے شریف خاندان کو سخت پریشان کیا کہ ملکی مفاد پر بھی زبردست زد پڑے گی اور اُن کے ذاتی تعلقات جنہیں وہ اپنے اقتدار کے لیے بھی سہارا بنائے ہوئے ہیں، وہ بھی بُری طرح متاثر ہوں گے۔ پاکستان اور اُن کے خاندان کو نام نہاد غیر جانبداری بھگتنا پڑے گی۔ لہٰذا اب وہ اپنے ڈانواں ڈول اور بے سمت موقف سے ہٹ چکے ہیں۔ نواز شریف کے اِس طرزِ عمل پر مرزا غالب کی زبان میں کچھ اس طرح کا تبصرہ کیا جاسکتا ہے کہ ع ہائے اُس زود پشیماں کا پشیماں ہونا۔

قارئین! یہ نوبت کیوں آئی، اس حوالہ سے حکومت پاکستان کے طرزِ عمل کا باریک بینی سے جائزہ لیں تو اپنی حکومت کا نرالا، بے ڈھنگا اور مکمل طور پر اناڑی ہونا آپ پر واضح ہو جائے گا۔ پاکستان کا کوئی وزیر خارجہ نہیں ہے۔ دو بزرگوں سرتاج عزیز اور طارق فاطمی پر مشیر خارجہ امور ہونے کی تہمت لگی ہوئی ہے جو بقول شخصے آپس میں ہی لڑتے رہتے ہیں۔ دنیا کے کسی بھی ملک کی وزارت خارجہ اپنی حکومت کی خارجہ پالیسی تشکیل دینے کے لیے مواد فراہم کرتی ہے جبکہ پاکستانی وزارت خارجہ محض پوسٹ آفس کا کام کر رہی ہے۔ وزیر خارجہ نہ ہونے کی وجہ سے جس وزیر کا جی چاہتا ہے، خارجہ امور پر رائے زنی شروع کر دیتا ہے۔ چنانچہ وزیر داخلہ پاکستان یو اے ای کے وزیر خارجہ کو جواب دیتے ہیں جو نواز شریف کے گلے پڑ گیا۔ شہباز شریف جو محض ایک صوبہ کے وزیر اعلیٰ ہیں، انہیں وفد کا سربراہ بنا کر سعودی عرب بھیجنے کا مطلب ہے خاندانی سطح پر بھی معافی تلافی کا معاملہ کیا جا رہا ہے۔ حکومتیں پارلیمنٹ کا مشترکہ اجلاس دو صورتوں میں طلب کرتی ہیں۔ پہلی یہ کہ اُنہیں یقین ہو کہ حکومتی موقف اور دوسری جماعتوں کی اکثریت کا موقف ایک جیسا ہے، لہٰذا فیصلہ کو نمائندگی کا رنگ دینے کے لیے اجلاس منعقد کر لیا جاتا ہے۔ دوسری صورت یہ ہے کہ حکومت نے کوئی فیصلہ نہ کیا ہو، وہ دوسری جماعتوں کی رائے حاصل کرنا چاہتی ہو اور اہم ترین بات یہ ہے کہ اُس نے تمام آپشن کھلے رکھے ہوں، کسی بیرونی ملک سے کوئی وعدہ نہ کیا ہو اور حکومت اس پوزیشن میں ہو کہ وہ کسی بیرونی دباؤ کو خاطر میں لائے بغیر پارلیمنٹ کی قرارداد پر عمل درآمد کر سکتی ہو۔

بہر حال ہمیں ایک بار پھر اپنی حماقتوں کی وجہ سے دوستوں کے سامنے شرمندگی ہوئی ہے اور دنیا کو ایک بار پھر ہم پر ہنسنے کا موقع ملا ہے۔ اب آیئے اس طرف کہ یمن تنازع میں پاکستان کا رول کیا ہونا چاہیے تھا یا اُس کی پالیسی کیا ہونی چاہیے تھی۔ آیئے ہر زاویہ اور سمت سے اس کا جائزہ لیں۔ مسلمان گروہوں کے مابین لڑائی جھگڑے پر ہمارا دین ہمیں یہ تعلیم دیتا ہے کہ پہلے اُن دونوں میں صلح کی کوشش کرو لیکن اگر صلح نہ ہو سکے تو یہ فیصلہ کرو کہ ان میں سے حق پر کون ہے، جو فریق حق پر ہو اُس کے ساتھ مل کر دوسرے فریق کے ساتھ جنگ کرو۔ سیدھی سی بات ہے کہ یمن میں عبدالرب منصور کی قانونی حکومت موجود تھی، حوثیوں نے اس حکومت کے خلاف مسلح بغاوت کی اور اس بغاوت میں ایران نے اُن کی بھرپور معاونت کی اور ملک میں انارکی اور فساد پھیل گیا۔ اب وہاں کسی کی بھی حکومت نہیں، گویا حوثیوں نے فساد فی الارض کا معاملہ کیا ہے۔ ایران مذاکرات کا شور وغوغا کرتا ہے لیکن حوثیوں کو میز پر لانے کو تیار نہیں۔ سعودی عرب کا مطالبہ ہے کہ سابقہ قانونی حکومت بحال کی جائے اور بعد ازاں منصفانہ انتخابات منعقد کرائے جائیں، اگر حوثی انتخابات جیتیں تو حکومت اُن کے حوالہ کر دی جائے، ہمیں کوئی اعتراض نہ ہوگا۔ بات بڑی معقول ہے، لیکن ایران حوثیوں کو مذاکرات کی میز پر لانے کی کوئی کوشش نہیں کر رہا۔ دنیوی سطح پر دیکھا جائے تو یہ حقیقت سامنے آتی ہے کہ سعودی عرب نے گزشتہ 68 سال میں کئی مرتبہ ہماری زبردست مدد کی جس کی تفصیل بہت طویل ہے۔ پھر یہ کہ عرب اور خلیجی ریاستوں میں پچیس لاکھ سے زائد پاکستانی ہماری زرمبادلہ کی ضرورت کا بہت بڑا حصہ پورا کر رہے ہیں، یعنی ہماری معیشت کے ٹوٹے پھوٹے ڈھانچے کے لیے یہ سب سے بڑا سہارا ہے۔ اگرچہ یہ بات اپنی جگہ درست ہے کہ ہمارے لیے حرمین شریفین مقدس ہیں اور مکہ مدینہ کی حفاظت ہمیں اپنی جان، مال عزت حتیٰ کہ پاکستان کی حفاظت سے بھی کہیں زیادہ اہم ہونا چاہیے لیکن سعودی خاندان کو قطعی طور پر تقدس حاصل نہیں اور اس حوالہ سے چند باتوں پر غور کیا جانا چاہیے:

(1) اگر کوئی بدطینت حرمین شریفین کی بے حرمتی کا قصد کرے گا تو پہلا کام یہ کرے گا کہ اُس کے محافظوں کے خلاف جنگ کرے گا۔

(2) موجودہ سعودی حکمران جیسے کیسے بھی ہیں، کیا یہ حقیقت نہیں کہ حرمین شریفین کی خدمت کا جو معیار اس خاندان نے قائم کیا ہے اس معاملہ میں کسی دوسرے کا اُن پر سبقت لے جانا ناممکن نہیں تو انتہائی مشکل ضرور ہے۔

(3) یہ کہنا غلط ہے کہ سعودی عرب کی سالمیت کو سرے سے کوئی خطرہ نہیں۔ ایران جس طرح کا اور جتنا اسلحہ یمن پہنچا رہا ہے وہ آج نہیں تو کل سعودی عرب کی سالمیت کے لیے خطرے کا باعث بنے گا۔

(4) کیا اس حقیقت سے انکار کیا جا سکتا ہے کہ استعماری قوتیں خصوصاً شیطان کے ایجنٹ یہودی حرمین شریفین کے بارے میں کتنے خوف ناک عزائم رکھتے ہیں اور وہ اسی طرح کے کسی فساد فی الارض سے فائدہ اٹھاتے ہوئے حرمین شریفین کے تقدس کو پامال کرنے کی کوشش کریں گے۔ لہٰذا یہ کہنا کہ یمن تنازع کے پس منظر میں حرمین شریفین کی سکیورٹی کا معاملہ بلا جواز اٹھا دیا گیا، صریحاً غلط ہے۔ البتہ وہ عرب جسے سعودی عرب کہا جاتا ہے، وہاں اندرونی طور پر کوئی فساد برپا کیے بغیر پُرامن ذرائع سے موجودہ حکومت تبدیل ہوتی ہے اور حرمین شریفین کی خدمت میں کوئی فرق واقع نہیں ہوتا تو ہمارے لیے حکومت مقدس ہرگز نہیں۔ قصہ مختصر، نواز شریف حکومت دینی اور دنیوی بنیادوں پر یمن تنازع میں پاکستان کا رول متعین کرے۔ ہماری رائے میں فریقین میں صلح وصفائی کی کوشش کے بعد سعودی عرب کے ساتھ تعاون ناگزیر ہے کیونکہ ایران کی نسبت عرب کا موقف زیادہ مبنی برحق ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ ہمارے پاس دوسرا کوئی آپشن نہیں ہے۔

☆☆☆☆☆

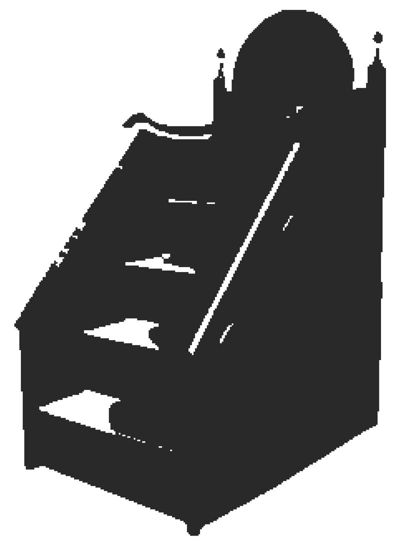

اسلام میں عائلی نظام کی اہمیت اور پاکستانی فیملی لاز کی حقیقت

مسجد جامع القرآن، قرآن اکیڈمی، لاہور میں امیر تنظیم اسلامی حافظ عاکف سعید حفظہ اللہ کے 3 اپریل 2015ء کے خطابِ جمعہ کی تلخیص

خطبہ مسنونہ اور تلاوت آیات کے بعد!

سورۃ الطلاق کی 4 آیات (آیت 4 سے آیت 7 تک) ابھی آپ نے سماعت فرمائی ہیں اور یہیں پر سورۃ الطلاق کا پہلا رکوع مکمل ہوتا ہے۔ یہ سارا رکوع معاشرتی زندگی کے ایک خاص گوشے عائلی نظام سے متعلق ہے اور اس میں طلاق، عدت، رضاعت وغیرہ کے احکام کو تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔ ان احکامات کو تفصیل سے بیان کرنے کا مقصد یہ ہے کہ گھر کا ادارہ اجتماعیت اور تمدن کی بنیاد بنتا ہے۔ اگر یہ ادارہ صحیح بنیادوں پر استوار ہوگا تو پورا اجتماعی نظام درست ہوگا اور اگر اس کے اندر کوئی خرابی پیدا ہو جائے تو یقیناً اس کا بگاڑ سارے نظام کو متاثر کرے گا۔

مورخین اور مفکرین نے قوموں کے عروج وزوال کے جو اسباب معین کیے ہیں، ان کا حاصل یہ ہے کہ معاشرہ اس وقت گلتا سڑتا ہے جب خاندانی نظام درہم برہم ہو جاتا ہے۔ اگر کسی معاشرہ میں انسانی عصمت وعفت کی حفاظت نہ رہے اور جنسی بے راہ روی عام ہو جائے تو پھر یوں سمجھئے کہ وہ معاشرہ اپنے زوال کی طرف بڑھ رہا ہے۔ اس وقت ہمیں مغرب کی چکا چوند کرنے والی ترقی نظر آ رہی ہے لیکن بنیادی حیثیت سے وہ معاشرہ تباہی کے گڑھے میں گر چکا ہے کیونکہ ان کا خاندانی نظام درہم برہم ہو چکا ہے۔ بہر حال معاشرہ کی بنیاد گھر کا ادارہ ہے۔ اگر آپ نے اس کو اہمیت نہ دی تو گویا آپ نے بنیاد ہی کو نظر انداز کر دیا۔ اسی لیے قرآن مجید نے احکامات کے حوالے سے سب سے زیادہ فوکس گھر کے ادارے اور فیملی لاز کو کیا ہے۔

اس ضمن میں دوسری قابل توجہ بات یہ ہے کہ سورۃ الطلاق کے زیر مطالعہ پہلے رکوع میں ذکر تو عائلی قوانین کا ہے' لیکن بار بار مختلف اسالیب میں تقویٰ کی پُرزور تاکید ہے۔ اس کا اصل سبب یہ ہے کہ اصول وضوابط کے مطابق نظام تو بن جائے گا اور ایک معاشرہ بھی وجود میں آ جائے گا' لیکن گھر کے اندر جو ایک خوشگوار ماحول اور اولاد کی اچھی تربیت مطلوب ہے' وہ تقویٰ سے حاصل ہوگی۔ اسلام نے عورت کے مقابلے میں مرد کو فوقیت دی ہے: ﴿اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَی النِّسَآءِ﴾ (النساء:34) ''مرد عورتوں پر مسلط و حاکم ہیں''۔ یہ ایک بہت بڑا مسئلہ بن چکا ہے اور ساری دنیا اس پر لگی ہوئی ہے کہ مرد وعورت بالکل برابر اور گاڑی کے دو پہیوں کی طرح یکساں ہیں۔ اس کے حوالے سے پوری دنیا میں جو عورتوں کی برابری کی تحریک شروع ہوئی ہے' اس کا نتیجہ یہ نکلا ہے کہ اب مردوں کے کام بھی عورتوں کو کرنے پڑ رہے ہیں۔ اسے بازار کی زینت اور ایک اشتہاری کموڈٹی بنا کر جس طریقے سے اس کی رسوائی کا

مرتب: حافظ محمد زاہد

سامان کیا گیا ہے' وہ الگ داستان ہے۔

دنیا کا اصول تو یہ ہے کہ ادارے میں اگر دو سربراہ ہوں گے تو بگاڑ پیدا ہوگا، لیکن گھر کے ادارے میں ڈنڈی ماری جاتی ہے اور میاں بیوی دونوں کو گھر کا برابر سربراہ قرار دیا جاتا ہے۔ گھر کے ادارے کو اگر درست بنیادوں پر چلانا ہے تو دونوں میں سے ایک کی اتھارٹی کو ماننا پڑے گا، اور اسلام نے یہ مقام مرد کو دیا ہے۔ جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ ہم بالکل برابری کی بنیاد پر اپنا گھر چلا رہے ہیں' وہ یا تو خود احمق ہیں یا دوسروں کو احمق بنا رہے ہوتے ہیں۔ اصل میں انہوں نے وہ مقام عورت کو دے کر خود اس کے سامنے سرنڈر کر لیا ہوتا ہے' جیسے آج کل ہمارے معاشرے میں عام صورت حال یہی ہے۔ اکبر الٰہ آبادی نے کہا تھا ؏ ''پردہ آخر کس سے ہو' جب مرد ہی زن ہو گئے''۔ زیر درس آیات میں عائلی نظام کے ضمن میں جو تقویٰ کی بار بار تاکید ہے اس کا مطلب یہی ہے کہ مرد اپنے اختیار کا ناجائز فائدہ نہ اُٹھائے اور گھر میں ایک خوشگوار فضا بنائے رکھے۔ گھریلو معاملات میں پولیس یا حکومت کے بنائے ہوئے قوانین مؤثر نہیں ہو سکتے' البتہ اگر اندر تقویٰ ہو تو پھر انسان کا رویہ پسندیدہ ہوگا جس کا سب سے اعلیٰ نمونہ رسول اللہ ﷺ تھے۔ چنانچہ آپؐ نے فرمایا: ''تم میں سے بہتر وہ ہیں جو اپنے گھر والوں کے حق میں بہتر ہیں اور میں اپنے گھر والوں کے ساتھ تم سب سے بہت بہتر ہوں''۔ (رواہ الترمذی) اگر اس انداز سے چلیں گے تو گھر کا ادارہ جنت بن سکتا ہے۔

اب ہم آگے کی آیات کو لیتے ہیں۔ ان کا تفصیلی درس دینا مقصود نہیں ہے اس لیے کہ فقہاء، محدثین اور مفسرین نے ان آیات کے ضمن میں بہت تفصیلات لکھی ہیں۔ ہم ان کا مختصر مطالعہ کریں گے تاکہ قرآن نے جو اصول بتائے ہیں ان کا ایک مجموعی خاکہ سامنے آ جائے-----

ماقبل آیات میں ہم نے پڑھا کہ طلاق رجعی کی صورت میں عدت کے دوران مرد کو رجوع کا حق حاصل ہوتا ہے، لہٰذا آگے عدت کے حوالے سے تفصیلی احکامات دیے جا رہے ہیں۔ سورۃ البقرۃ میں فرما دیا گیا کہ عدت تین حیض ہے، لیکن جن کو حیض نہیں آ رہا ——— یعنی ان کی عمر زیادہ ہو گئی ہے یا کوئی اور خرابی ہے یا حیض شروع ہونے سے پہلے ہی نکاح اور پھر طلاق بھی ہو گئی ——— تو ان صورتوں میں عدت تین مہینے شمار ہوگی۔ فرمایا: ﴿وَالّٰٓئِیْ یَئِسْنَ مِنَ الْمَحِیْضِ مِنْ نِّسَآئِکُمْ اِنِ ارْتَبْتُمْ فَعِدَّتُھُنَّ ثَلٰثَۃُ اَشْھُرٍ وَّالّٰٓئِیْ لَمْ یَحِضْنَ ط﴾ (الطلاق:4) ''اور تمہاری

(مطلقہ) عورتیں جو حیض سے ناامید ہو چکی ہوں اگر تمہیں (ان کی عدت کے بارے میں) شبہ ہو تو ان کی عدت تین مہینے ہے اور جن کو ابھی حیض نہیں آنے لگا (ان کی عدت بھی یہی ہے)''۔ اگر کسی حاملہ عورت کو طلاق ہو جائے تو اس کی عدت تین مہینے نہیں' بلکہ وضع حمل ہے:﴿وَاُولَاتُ الۡاَحۡمَالِ اَجَلُهُنَّ اَنۡ يَّضَعۡنَ حَمۡلَهُنَّ﴾(الطلاق:4) ''اور حمل والی عورتوں کی عدت وضع حمل (یعنی بچہ جننے) تک ہے''۔ اس اصول کے مطابق ہر حاملہ عورت کی عدت کا دورانیہ مختلف ہو سکتا ہے۔ مثلاً کسی کو ابھی حمل ٹھہرا ہی تھا کہ اسے طلاق دے دی گئی تو نو مہینے تک عدت چلی جائے گی اور اگر کسی کا وضع حمل بہت قریب تھا اور اسے طلاق دے دی گئی ہے تو جیسے ہی وضع حمل ہوگا تو اس کی عدت ختم ہو جائے گی چاہے یہ کچھ دن ہی کیوں نہ ہوں۔

آگے پھر تقویٰ کی تاکید ہے:﴿وَمَنۡ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجۡعَلۡ لَّهٗ مِنۡ اَمۡرِهٖ يُسۡرًا (4)﴾(الطلاق) ''اور جو اللہ سے ڈرے گا تو اللہ اس کے کام میں سہولت پیدا کر دے گا''۔ طلاق کے یہ معاملات اگرچہ خوشگوار نہیں ہوتے، لیکن اگر ان میں بھی تقویٰ کو ملحوظ رکھا جائے تو بہت سہولت سے ساری چیزیں طے ہو جائیں گی اور بدمزگی نہیں ہوگی۔ ہمارے ہاں تو طلاقوں کے اندر اتنی شدید بدمزگی اور ناراضگی ہوتی ہے کہ وہ کئی کئی نسلوں تک چلتی ہے، لیکن اگر اسلامی تعلیمات اور قرآنی احکامات کی صحیح معنوں میں پابندی کی جائے تو کوئی مسئلہ نہیں ہوگا۔

اگلی آیت میں اللہ عزوجل مسلمانوں سے مخاطب ہو کر فرماتے ہیں کہ اے مسلمانو! ان احکامات کو معمولی سمجھتے ہوئے نظر انداز مت کرو، یہ اللہ کے فیصلے اور اس کے احکامات ہیں لہٰذا ان کی پاس داری کرو:﴿ذٰلِكَ اَمۡرُ اللّٰهِ اَنۡزَلَهٗۤ اِلَيۡكُمۡ﴾(الطلاق:5) ''یہ اللہ کے حکم ہیں جو اس نے تم پر نازل کیے ہیں''۔ اس کے بعد اگلے جملے میں پھر تقویٰ کی تاکید ہے۔ نوٹ کیجیے کہ پانچ آیات میں چوتھی بار تقویٰ کو اختیار کرنے اور خدا خوفی کو ملحوظ رکھنے کا حکم آیا ہے۔ اس سے آپ اندازہ کر سکتے ہیں کہ عائلی نظام میں تقویٰ کی کتنی اہمیت ہے۔ فرمایا:﴿وَمَنۡ يَّتَّقِ اللّٰهَ يُكَفِّرۡ عَنۡهُ سَيِّاٰتِهٖ وَيُعۡظِمۡ لَهٗۤ اَجۡرًا (5)﴾(الطلاق) ''اور جو اللہ سے ڈرے گا وہ اس سے اس کے گناہ دور کر دے گا اور اسے اجر عظیم بخشے گا''۔ تقویٰ کے حوالے سے ایک ضمنی بات یاد رکھیے کہ تقویٰ اختیار کرنے کے لیے شعوری کوشش کرنی پڑتی ہے۔ اگر ہم نے تقویٰ اختیار کرنا ہے تو ہمیں ہر گناہ سے، اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی سے' حرام کمائی سے اور ایسے تمام کاموں سے بچنے کی شعوری کوشش کرنی چاہیے جن سے اللہ کی ناراضگی لازم آتی ہو۔ اور اگر ہمیں ان چیزوں کی کوئی پروا ہی نہیں ہے اور صرف تقویٰ کی دعائیں کر رہے ہیں کہ اللہ ہمیں متقی بنا دے تو پھر یہ محض ہماری خوش فہمی ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں متقی بنا دے گا۔

زیر مطالعہ آیات میں عدت کے احکام اور اس کی تمام جزئیات کو تفصیل سے بیان کیا جا رہا ہے۔ اس سورۃ کی پہلی آیت میں یہ حکم دیا گیا تھا کہ مطلقہ کو دورانِ عدت گھر پر ہی رکھو، اسی بات کو آگے بڑھاتے ہوئے حکم دیا جا رہا ہے:﴿اَسۡكِنُوۡهُنَّ مِنۡ حَيۡثُ سَكَنۡتُمۡ مِّنۡ وُّجۡدِكُمۡ﴾(الطلاق:6) ''عورتوں کو (ایام عدت میں) اپنے مقدور کے مطابق وہیں رکھو جہاں خود رہتے ہو''۔ دورانِ عدت مطلقہ کو شوہر نے سکنہ فراہم کرنا ہے۔ اگر تو اسے اپنے ہی گھر میں ٹھہرانا چاہتے ہو تو ٹھیک ہے اور اگر اسے کسی الگ گھر میں ٹھہرانا چاہتے ہو تو اس کی سکونت کا انتظام بھی اس سطح کا ہونا چاہیے جس طرح کے مکان میں خود رہتے ہو۔ اگلے جملوں میں اسی بارے میں مزید احکام دیے جا رہے ہیں:﴿وَلَا تُضَآرُّوۡهُنَّ لِتُضَيِّقُوۡا عَلَيۡهِنَّ﴾(الطلاق:6) ''اور ان کو تنگ کرنے کے لیے تکلیف نہ دو''۔ یعنی مطلقہ کو اپنے ساتھ تو رکھ لیا لیکن کسی نہ کسی بہانے سے سخت کلامی کے ذریعے اسے ایذا پہنچائی جا رہی ہے' نفسیاتی طور پر ٹارچر کیا جا رہا ہے یا کوئی اور سختی اس کے ساتھ

پریس ریلیز 17 اپریل 2015ء

یمن میں بھڑکنے والی آگ کے شعلے پورے خطے کو اپنی لپیٹ میں لے سکتے ہیں

پاکستان کو فریقین کے درمیان صلح صفائی کی کوشش کرنا چاہیے

جنرل راحیل شریف کا یہ بیان خوش آئند ہے کہ غیر ملکی خفیہ ایجنسیوں کو پاکستان میں اپنی کارروائیاں بند کرنا ہوں گی

حافظ عاکف سعید

یمن میں بھڑکنے والی آگ کے شعلے پورے خطے کو اپنی لپیٹ میں لے سکتے ہیں۔ یہ بات تنظیم اسلامی کے امیر حافظ عاکف سعید نے قرآن اکیڈمی لاہور میں خطاب جمعہ کے دوران کہی۔ انہوں نے کہا کہ یمن میں حوثی باغیوں نے قانونی حکومت کا خاتمہ کر کے وہاں فساد فی الارض کی کیفیت پیدا کر دی ہے۔ اُنہوں نے کہا کہ قرآنی تعلیمات کے مطابق پاکستان کو فریقین کے درمیان صلح صفائی کی کوشش کرنا چاہیے لیکن اگر صلح نہ ہو سکے تو جس فریق کا موقف مبنی بر حق ہے اُس کے ساتھ مل کر دوسرے فریق کے خلاف بھرپور کارروائی کی جانا چاہیے۔ اُنہوں نے سعودی عرب کے اس موقف کی زوردار انداز میں تائید کی کہ منصور الہادی کی قانونی حکومت کو فوری طور پر بحال کیا جائے اور پھر وہاں انتخابات کروائے جائیں اور جو فریق بھی انتخاب جیتے کسی لیت ولعل کے بغیر یمن میں اُس کے حکومت کرنے کے حق کو تسلیم کیا جائے۔ اُنہوں نے کہا کہ سعودی عرب ہمارا قابل اعتماد دوست ہے اور اُس نے ہمیشہ نازک وقت پر پاکستان کی مدد کی ہے۔ اُنہوں نے کہا کہ جب پاکستان نے ایٹمی دھماکا کیا تھا تو امریکہ اور اُس کے حواریوں نے پاکستان کی ہر قسم کی امداد بند کر دی تھی اُس وقت سعودی عرب پاکستان کی حمایت کو نہ پہنچتا تو پاکستان دیوالیہ ہو سکتا تھا۔ انہوں نے جنرل راحیل شریف کے اس بیان کی بھرپور تائید کی کہ ہمسایہ ممالک اور دوسری غیر ملکی خفیہ ایجنسیوں کو پاکستان میں اپنی کارروائیاں بند کرنا ہوں گی وگرنہ ان کے ساتھ سختی سے نمٹا جائے گا۔ پاکستان اپنی حدود میں کسی قسم کی دراندازی برداشت نہیں کرے گا۔ اُنہوں نے کہا کہ امت مسلمہ کے انتشار سے اغیار اور دوسری اسلام دشمن قوتیں فائدہ اٹھا رہی ہیں۔ (جاری کردہ: مرکزی شعبہ نشر و اشاعت، تنظیم اسلامی)

برتی جارہی ہے تو اس کی قطعاً اجازت نہیں ہے۔ یہ تو عام عورت کی بات تھی، لیکن اگر عورت حاملہ ہو تو اس کو نگہداشت کی زیادہ ضرورت ہوتی ہے۔ اس کا خیال رکھنے اور اس پر خرچ کرنے کی الگ سے تاکید کی گئی ہے: ﴿وَاِنۡ كُنَّ اُولَاتِ حَمۡلٍ فَاَنۡفِقُوۡا عَلَيۡهِنَّ حَتّٰى يَضَعۡنَ حَمۡلَهُنَّ﴾ (الطلاق:6) ''اور اگر (مطلقہ) حمل سے ہوں تو بچہ جننے تک ان کا خرچ دیتے رہو''۔ یعنی طلاق کے وقت بیوی حاملہ تھی تو جب تک وضع حمل نہیں ہو جاتا تو اس وقت تک اس کا نان نفقہ شوہر کے ذمے رہے گا۔

عدت کے بعد اب رضاعت کے احکام کا بیان ہے: ﴿فَاِنۡ اَرۡضَعۡنَ لَـكُمۡ فَاٰتُوۡهُنَّ اُجُوۡرَهُنَّ﴾ (الطلاق:6) پھر اگر وہ بچے کو تمہارے کہنے سے دودھ پلائیں تو ان کو ان کی اجرت دو''۔ مطلقہ حاملہ نے عدت کے دوران بچے کو جنا تو بچہ بہرحال شوہر کا ہے اور اصولی طور پر اسی سے منسوب ہے۔ لہٰذا اگر وہ تمہارے بچے کو دودھ پلا رہی ہے تو اس کو دودھ پلانے کی اجرت ادا کرو۔ اجرت کے حوالے سے فرمادیا کہ یہ کوئی معین نہیں ہے، بلکہ آپس میں باہم رضامندی سے طے کرلو: ﴿وَاۡتَمِرُوۡا بَيۡنَكُمۡ بِمَعۡرُوۡفٍ﴾ (الطلاق: 6)'' اور (بچے کے بارے میں) پسندیدہ طریقے سے موافقت رکھو''۔ معروف کا ایک مفہوم یہ بھی ہے کہ معاشرے میں جو سٹینڈرڈ بن چکے ہیں ان کے مطابق باہم رضامندی سے اجرت طے ہونی چاہیے اور دونوں طرف سے اس میں کوئی ضد بازی نہ ہو۔ ﴿وَاِنۡ تَعَاسَرۡتُمۡ فَسَتُرۡضِعُ لَهٗۤ اُخۡرٰى﴾ (الطلاق:6) ''اور اگر باہم ضد (اور نااتفاقی) کرو گے تو (بچے کو) اس کے (باپ کے) کہنے سے کوئی اور عورت دودھ پلائے گی''۔ یہ ضد بازی مرد کی طرف سے بھی ہوسکتی ہے کہ وہ معین سٹینڈرڈ سے کم اُجرت دے رہا ہے، یا ضد بازی عورت کی طرف سے بھی ہوسکتی ہے کہ اُسے غصہ ہے اور وہ کہے کہ میں تمہارے بچے کو دودھ نہیں پلانا چاہتی۔ اس صورت حال میں کوئی دوسری عورت اس بچے کو دودھ پلائے گی۔

اسی ضمن میں آگے فرمایا: ﴿لِيُنۡفِقۡ ذُوۡ سَعَةٍ مِّنۡ سَعَتِهٖ ؕ وَمَنۡ قُدِرَ عَلَيۡهِ رِزۡقُهٗ فَلۡيُنۡفِقۡ مِمَّاۤ اٰتٰٮهُ اللّٰهُ﴾ (الطلاق:7) ''صاحب وسعت کو اپنی وسعت کے مطابق خرچ کرنا چاہیے۔ اور جس کے رزق میں تنگی ہو پس جتنا اللہ نے اس کو دیا ہے وہ اس کے موافق خرچ کرے''۔

سب سے بڑا المیہ یہ ہے کہ پاکستان کے فیملی لاز منکرِ حدیث غلام احمد پرویز کے مرتب کردہ ہیں اور اس کی بیشتر شقیں غیر اسلامی اور خلافِ قرآن وسنت ہیں۔

ان معاملات میں ہر ایک کو اپنی حیثیت دیکھنی چاہیے، بے انصافی سے بچنا چاہیے۔ ﴿لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفۡسًا اِلَّا مَاۤ اٰتٰٮهَا﴾ (الطلاق:7) ''اللہ کسی کو تکلیف نہیں دیتا مگر اسی کے مطابق جو اس کو دیا ہے''۔ یہ مضمون قرآن مجید میں کئی مرتبہ آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو نعمتیں دی ہیں اس کے حساب سے ہی وہ ہر انسان کو مکلف ٹھہرائے گا۔ ﴿سَيَجۡعَلُ اللّٰهُ بَعۡدَ عُسۡرٍ يُّسۡرًا﴾ (الطلاق: 7) ''اور اللہ تعالیٰ عنقریب تنگی کے بعد آسانی پیدا کردے گا''۔ یعنی اگر ان احکامات پر ان کی روح ''تقویٰ'' کے مطابق عمل کیا گیا تو بظاہر ان ناخوشگوار معاملات میں بھی اللہ تعالیٰ آسانی پیدا فرمائے گا اور ناراضگیاں اور بدمزگیاں پیدا نہیں ہوں گی۔

یہاں پر سورۃ الطلاق کا پہلا رکوع ختم ہوا، جس میں سارا کا سارا ذکر معاشرتی نظام کے حوالے سے ہے۔ قرآن مجید میں سب سے زیادہ تفصیلی احکامات فیملی لاز کے حوالے سے ہیں اور ہماری بدقسمتی یہ ہے کہ پاکستان کے فیملی لاز کی بہت سی شقیں خلافِ اسلام ہیں۔ معاشی نظام تو سارے کا سارا سود پر مبنی ہے اور وہاں آپ رونا رو لیتے ہیں کہ سود کے بغیر گزارا نہیں اس لیے کہ ساری دنیا میں معاملات سود پر چل رہے ہیں، اگر ہم سود کو ختم کردیں گے تو پھر ہم قرض کیسے لیں گے اور دوسری دنیا سے کاروبار کیسے کریں گے۔ اگرچہ یہ بھی فراڈ اور خود کو دھوکہ دینے کے مترادف ہے۔ لیکن معاشرتی احکامات میں تو کوئی چیز رکاوٹ نہیں، تو ان کو کیوں نہیں نافذ کیا جاتا؟ ہمارے ہاں شریعت سے متصادم بے شمار قوانین آج بھی فیملی لاز کا حصہ ہیں۔ یہ ہے سب سے بڑا المیہ!

انڈیا میں مسلمان اقلیت میں ہیں اور وہاں پر اکثریت ہندو کی ہے جو اسلام کا سب سے بڑا دشمن اور اسلام کے نفاذ کی سب سے بڑی رکاوٹ ہے۔ لہٰذا وہاں اللہ کا دین قائم نہیں ہوا تو ہم سمجھتے ہیں کہ مجبوری ہے اس لیے کہ بے چارے اقلیت میں ہیں لیکن اس کے باوجود انہوں نے وہاں شروع میں ہی اور بہت ہی تگ ودو کے ساتھ یکجان ہو کر یہ طے کروا لیا تھا کہ معاشرتی معاملات اور فیملی لاز میں ہمیں پوری آزادی ہوگی اور انڈیا کی کوئی بھی عدالت اس میں مداخلت نہیں کرسکتی اور نہ کرسکے گی۔

1985ء میں شاہ بانو کیس میں کلکتہ کی عدالت نے ایک فیصلہ ایسا دے دیا کہ مسلمانوں کے کان کھڑے ہوگئے کہ یہ ہمارے فیملی لاز کے خلاف ہے، اور اگر ہم نے اس وقت بیداری کا مظاہرہ نہ کیا اور اس کو نظر انداز کردیا تو پھر آئندہ ہمارے فیملی لاز ہمارے ہاتھ سے نکل جائیں گے۔ اس وقت وہاں ہندو انتہا پسند جماعت بی جے پی کی حکومت تھی جن کا تو شروع سے ہی یہ موقف ہے کہ پورے انڈیا کے اندر فیملی لاز ایک ہونا چاہیے۔ بہرحال اُس وقت مسلمانوں نے عظیم علمی شخصیت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ کی زیر قیادت تحریک چلائی۔ شیعہ، سنی، دیوبندی، بریلوی، اہل حدیث، جماعت اسلامی سب ایک پلیٹ فارم پر اکٹھے ہوگئے۔ سید ابوالحسن علی ندویؒ کی اس وقت کی تقریر میں نے ایک رسالے میں پڑھی تھی ''اے مسلمانو! اگر تم سے تمہارے فیملی لاز چھین لیے گئے تو تم مسجد میں تو مسلمان ہو گے اور اپنے گھروں میں کافر ہو گے''۔ لہٰذا انہوں نے تحریک چلائی' قربانیاں دیں' سینکڑوں کی جانیں گئیں۔ بالآخر انڈین حکومت نے گھٹنے ٹیک دیے اور اس وقت کے وزیراعظم راجیو گاندھی نے پارلیمنٹ کے دونوں ایوانوں کے مشترکہ اجلاس میں فیصلہ کیا کہ آئندہ کوئی بڑی سی بڑی عدالت بھی مسلمانوں کے فیملی لاز میں مداخلت نہیں کرے گی۔

بدقسمتی دیکھئے کہ ہمارے فیملی لاز 1964ء میں سب سے بڑے منکرِ حدیث غلام احمد پرویز نے مرتب کیے تھے۔ اس وقت تمام مسلمانوں نے یک زبان ہو کر کہا تھا کہ یہ غیر اسلامی اور خلافِ قرآن وسنت ہیں۔ لیکن وہی آج بھی چلے آ رہے ہیں۔ آیئے اب مولانا ابوالحسن علی ندوی کے اس جملے کی روشنی میں اپنا مقام معین کرلیں کہ ہم کھڑے کہاں ہیں۔ یہ ہے المیہ! گویا ہمیں اس ملک کے اندر اتنا اسلام بھی میسر نہیں جو انڈیا والوں نے اپنے لیے وہاں محفوظ کرلیا ہے۔ سوچئے: کیا ہم نے اس لیے پاکستان بنایا تھا؟ کیا اسی لیے ہمارے بزرگوں نے جانوں اور ہماری ماؤں، بیٹیوں نے اپنی عزتوں کی قربانیاں دی تھیں؟ یہ ہے رونے کا مقام! اللہ تعالیٰ ہمیں ''ہمارے گھروں میں بھی مسلمان بنائے!'' آمین یارب العالمین! ☆☆☆

دعائے صحت کی اپیل

☆ حلقہ کراچی جنوبی کے ناظم توسیع دعوت جناب عامر خان کی والدہ کو ہارٹ اٹیک ہوا ہے۔

☆ حلقہ کراچی جنوبی کی مقامی تنظیم کورنگی شرقی کے نقیب جناب بلال طفیل کے والد شدید بیمار ہیں۔

اللہ تعالیٰ بیماروں کو شفائے کاملہ عطا فرمائے۔ قارئین سے بھی ان کے لیے دعائے صحت کی اپیل کی جاتی ہے۔

شعلۂ نوا

عامرہ احسان
amira.pk@gmail.com

عالمی جنگوں کے آئے روز نئے محاذ کھلتے چلے جا رہے ہیں۔ جنگ کی آگ دہکانے والا ہاتھ نادیدہ نہیں۔ عالم اسلام کو مکمل تباہی کے دہانے پر لا کھڑا کرنے کو یمن کا محاذ حد درجے حساس ہے۔ حرمین شریفین کے دامن کو چھوتی یہ آگ انہونی نہیں ہے۔ ایران امریکہ نورا کشتی بے نقاب ہو چکی۔ امریکی کردار ملاحظہ ہو کہ ایک طرف ایران اور حوثیوں کو ہلہ شیری اور دوسری جانب عرب اتحاد کی یمن میں بمباری کی تائید اور حوصلہ افزائی! مسلم دنیا میں گریٹر اسرائیل اور مشرق وسطیٰ کے نئے نقشے ترتیب دینے کے مذموم ارادے، اب برسرِ زمین عیاں ہیں۔ امریکہ دوستی کے کیکر پر چڑھائے انگوروں کا اب ہر خوشہ زخم زخم ہے۔ نیچاں دی آشنائی کولوں فیض کسے نہ پایا۔ کیکراں تے انگور چڑھایا تے ہر خوشہ زخمایا! سو لہو لہو عالم اسلام آج ٹکر ٹکر اپنے اس دیرینہ دوست کو دیکھ رہا ہے جو خلیجی ممالک اور بالخصوص سعودی عرب کی محبت کا دم بھرتا تھا۔ ایران، امریکہ کو شیطان بزرگ کہتا اور امریکہ بظاہر اسے خونخوار نظروں سے دیکھتا رہا! لیکن کیا ہمیں نظر نہیں آ رہا تھا کہ نہ بشار الاسد دہشت گرد، نہ لبنانی حزب اللہ کی شام میں بھرپور جنگ میں دخل اندازی محلِ نظر، نہ عراق میں بیٹھا ایرانی جنرل قاسم سلیمانی باعث تشویش۔ طالبان کی افغانستان میں پسپائی سے لے کر حالیہ تکریت کے قبضے تک جنرل قاسم سے امریکی تعاون جاری و ساری ہے۔ ایرانی ملیشیا لیے یہ حضرت عراق، شام، یمن تک (عراق میں مقیم رہ کر) جنگ کی رہنمائی اور قیادت فرما رہے ہیں۔ نہ صرف ایرانی بلکہ مغربی میڈیا کی زینت ہیں۔ جبکہ امریکی شیخ اسامہ بن لادنؒ کی تلاش میں آخر دم تک قرار سے نہ بیٹھے۔ کانے دجال کی دوسری آنکھ بصارت سے محروم زیروزبر ہوتے مشرق وسطیٰ کے حالات پر صرف آگ بھڑکانے کا فریضہ سرانجام دے رہی ہے۔

پوری انسانیت کے خلاف جنگی جرائم کے ارتکاب میں امریکی کردار پر خود اس کے اندر سے بھی انگلیاں اٹھ رہی ہیں۔ حال ہی میں شائع ہونے والی عراق افغانستان پاکستان بارے رپورٹ (Body Count) جانی نقصان کے اعداد و شمار پر حقائق بیان کرتی ہے۔ دہشت گردی کے خلاف جنگ کے دس سالوں میں امریکی عوام کے (نام نہاد) تحفظ کی خاطر جو خون بہایا گیا، اس کے اعداد و شمار جان بوجھ کر چھپائے گئے۔ دیدہ و دانستہ حقائق توڑ مروڑ کر پیش کیے گئے۔ یہ تحقیق ایٹمی جنگ کی روک تھام کے لیے عالمی فزیشنز کی تنظیم نے پیش کی ہے۔ جوان کے مطابق نہ صرف تاریخ میں ریکارڈ درست رکھنے کے لیے ضروری ہے بلکہ اس امر کی بھی متقاضی ہے کہ انصاف فراہم کیا جائے۔ یہ عالمی ضمیر (اگر وہ کہیں موجود ہے! تلاش گمشدہ کا اشتہار دینے کی ضرورت ہے) پر ایک دستک ہے۔ نہ صرف خوں ریزی کے حقائق چھپائے گئے ہیں بلکہ جنگوں میں پانی کی طرح بہایا بلکہ جلایا جھونکا گیا پیسہ اس پر مستزاد ہے۔ یہ پیسہ بھوکی ننگی دکھی انسانیت کی فلاح کی بجائے کھربوں ڈالرز لاشوں، تابوتوں اور قبرستانوں کی نذر ہوئے۔ لاکھوں بچے یتیم، لاکھوں مہاجر ہو کر دربدر، لکھو کھا زخمی اور ذہنی مریض بنا دیئے گئے۔ چہرہ روشن، اندروں چنگیز سے تاریک تر! میڈیا پر جگمگاتے بیش قیمت سوٹوں میں ملبوس مہذب چہروں کے پس پردہ جنگی مجرموں کی داستانیں بیان کرتی ایسی رپورٹوں اور کتب کی بھی کمی نہیں ہے۔ ایسی ہی ایک کتاب امریکی صحافی نیر روزن نے مسلم دنیا میں امریکی جنگوں کی خونریزی کا تعاقب کے عنوان سے لکھی ہے۔ تاہم اس جنگ کو گود لینے کے شوق میں ہم نے امریکہ کے ساتھ اندھا دھند تعاون کیا اور اس کی قیمت وصول کی ہے۔ باڈی کاؤنٹ رپورٹ کے مطابق اس جنگ میں 10 لاکھ عراقی، 2 لاکھ 20 ہزار افغان اور 80 ہزار پاکستانی لقمۂ اجل بنے ہیں۔ یہ نہایت محتاط اندازے ہیں، ورنہ یہ سکور مجموعی طور پر 20 لاکھ کے لگ بھگ ہے۔

جنگوں میں میڈیا رپورٹنگ کی یہ ایک مثال دیکھ لیجیے۔ قیاس کن ز گلستانِ من بہار مرا۔ یہ طریق کار تمام ممالک میں یکساں ہے۔ 3 مئی 2005ء کو القائم (عراق) میں امریکی ٹینک کے حملے میں اعلیٰ خالد شدید زخمی ہوئی، جب اس کا گھر تباہ ہوا۔ اس سہ پہر 14 عورتیں اور بچے مارے گئے یا زخمی ہوئے۔ مرد کام سے ابھی گھر نہ لوٹے تھے۔ مرنے والوں میں اعلیٰ خالد کے دو بھائی اور تین کزن بھی تھے۔ اس دن میڈیا نے خبر دی کہ القائم کے قریب امریکی فوجیوں نے 9 شدت پسند مار ڈالے، دو زخمی ہوئے جس میں ایک 6 سالہ لڑکی شامل ہے۔ یہ کہانی صرف عراق کی نہیں ہے۔ رپورٹ کے مندرجات بتاتے ہیں، اور خود ہمارے ہاں بھی رپورٹنگ کا یہی عالم ہے کہ ہر مرنے والا (از خود) دہشت گرد ہوتا ہے۔ جو مر جائے وہ شدت پسند فارمولے پر کشتوں کے پشتے لگا دیئے گئے۔ ان جنگوں نے آخرت کے جواز پر ایمان بہت پختہ کر دیا ہے! وہ دن تو آنا ہی چاہیے جب حقائق پر سے پردہ اٹھے اور حتمی انصاف فراہم ہو! چہروں کے نقاب اتریں، ہاتھوں کے دستانے بھی! دنیا میں حق و انصاف کے بول بالے کے لیے اپنی جوانیاں لٹانے والے سرفراز کیے جائیں اور ماؤں کے لعل جرم بے گناہی کی بھینٹ چڑھانے والوں کی زبان خنجر اور آستین کا لہو بول اٹھے!

جنگوں میں صرف فوری اموات اور نقصانات ہی نہیں بلکہ دیرپا اثرات کا جرم بھی کڑا ہے۔ قصوروار صرف جنگی مجرم نہیں، مغربی دنیا کے اعلیٰ تعلیم یافتہ جمہوریت شدہ ووٹ دینے والے عوام کی شان بے نیازی بھی شریک جرم ہے۔ ان کی حکومتیں دنیا میں موت بانٹتی پھرتی ہیں اور ان کے ہاں خبریں گاڑی کے نیچے آ کر مر جانے والے کتے، بلی کے غم میں ادھ موئی وزیر کی چھپ چھپ کر داد و تحسین وصول کرتی ہیں۔ ہمارے کالم نگار بھی اکثر ان کی حیوانی ہمدردی کی ایسی شاندار مثالیں دے دے کر ہم جیسے مولویوں کو شرمندہ کرتے ہیں! جنگوں کے دیرپا اثرات میں زمین کی رگوں اور پانی میں اتر جانے والے تابکاری اور زہریلے بارودی اثرات اور اس کا مقامی آبادی پر اثر بھی شامل ہے۔ یہ جو زمین کا دن منانے کا پاکھنڈ مچایا گیا اس کے لیے سول سوسائٹی مقالے پڑھتی موم بتیاں جلاتی رہی۔ مسلم دنیا کی زمین کو بارود کے زہر سے آلودہ کرنے کا حساب ان پڑھے لکھوں نے مانگا.....؟ موسمیاتی تبدیلیاں، بے وقت کی موسلا دھار بارشیں، بے موسم کی برف باریاں.....! اس میں کتنا بڑا حصہ ان اسلحے کے بیوپاریوں کا ہے جو پوری

دنیا میں اپنے کاروبار کے فروغ کی خاطر جنگیں بھڑکا رہے ہیں؟ ماحولیات پر میزائلوں کے اثرات کے حوالے سے بھی کیا کوئی دن مختص کرنے یا کسی مقالے، تحقیق، سیمی نار، ورکشاپ کی ضرورت ہے؟ یہاں سائنس بھی دجالی اور سیاسی مقاصد کی بھینٹ چڑھ چکی ہے۔ جو ایک الگ بھاری بھرکم موضوع ہے! ایک خبر اور ملاحظہ فرمایئے: امریکہ اور کیوبا کے درمیان انسانی حقوق اور جمہوریت کے سلسلے میں مذاکرات شروع ہو گئے ہیں۔ امریکہ کو کیوبا (گو انتاناموبے شامل نہیں ہے) میں اس بارے بہت تشویش ہے! یہ نہیں بتایا گیا کہ انسانی حقوق اور جمہوریت کا کون سا ماڈل کیوبا کے لیے پیش ہو گا۔ مصر کا سیسی ماڈل؟ برما کا مسلم خور بدھ ماڈل؟ بنگلہ دیش کا پھانسی گھاٹ ماڈل؟ یا پاکستان......؟!!!

اندھیری شب ہے، جدا اپنے قافلے سے ہے تو
ترے لیے ہے مرا شعلۂ نوا، قندیل

حیا اور پاک دامنی

محمد عثمان

اللہ تعالیٰ نے انسان کو اشرف المخلوقات بنا کر فطری خوبیوں سے مالا مال کیا ہے۔ ان خوبیوں میں سے ایک خوبی شرم و حیا ہے۔ شرعی نقطۂ نظر سے شرم و حیا اس صفت کو کہتے ہیں جس کی وجہ سے انسان قبیح اور ناپسندیدہ کاموں سے پرہیز کرتا ہے۔ دین اسلام نے حیا کی اہمیت کو خوب اجاگر کیا ہے تاکہ مؤمن باحیا بن کر معاشرے میں امن و سکون پھیلانے کا ذریعہ بنے۔ نبی اکرم ﷺ نے ایک مرتبہ ایک انصاری رضی اللہ عنہ کو دیکھا جو اپنے بھائی کو سمجھا رہا تھا کہ زیادہ شرم نہ کیا کرو۔ آپ ﷺ نے سنا تو ارشاد فرمایا:

((فَاِنَّ الْحَیَاءَ مِنَ الْاِیْمَانِ)) (متفق علیہ) ”پس حیا ایمان کا جزو ہے۔“

ایک دوسری حدیث میں نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((اَلْحَیَاءُ لَا یَاْتِیْ اِلَّا بِخَیْرٍ)) ”حیا خیر ہی کی موجب ہوتی ہے۔“ (متفق علیہ)

گویا انسان جس قدر باحیا بنے گا اتنی ہی اس میں خیر بڑھتی جائے گی۔ حیا ان صفات میں سے ہے جن کی وجہ سے انسان آخرت میں جنت کا حقدار بنے گا۔ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((اَلْحَیَاءُ مِنَ الْاِیْمَانِ وَالْاِیْمَانُ فِی الْجَنَّۃِ وَالْبَذَاءُ مِنَ الْجَفَاءِ وَالْجَفَاءُ فِی النَّارِ)) (رواہ احمد والترمذی)

”حیا ایمان کا حصہ ہے اور ایمان جنت میں جانے کا سبب ہے۔ بے حیائی جفا ہے اور جفا جہنم میں جانے کا سبب ہے۔“

حیا کی وجہ سے انسان کے قول و فعل میں حسن و جمال پیدا ہو جاتا ہے۔ لہٰذا باحیا انسان مخلوق کی نظر میں بھی پُرکشش بن جاتا ہے اور پروردگار عالم کے ہاں بھی مقبول ہو جاتا ہے۔ قرآن مجید سے بھی اس کا ثبوت ملتا ہے۔ حضرت شعیب علیہ السلام کی نیک دختر جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بلانے کے لیے آئی تو اس کی چال ڈھال میں بڑی شائستگی اور میانہ روی تھی۔ اللہ رب العزت کو یہ شرمیلا پن اتنا اچھا لگا کہ قرآن مجید میں اس کا تذکرہ فرمایا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَجَآءَتْهُ اِحْدٰىهُمَا تَمْشِیْ عَلَی اسْتِحْیَآءٍ﴾ (القصص: 25) ”اور آئی ان کے پاس ان میں سے ایک لڑکی شرماتی ہوئی۔“

سوچنے کی بات ہے کہ جب باحیا انسان کی رفتار و گفتار اللہ تعالیٰ کو اتنی پسند ہے تو اس کا کردار کتنا مقبول و محبوب ہو گا۔ لہٰذا جو شخص حیا جیسی نعمت سے محروم ہو جاتا ہے وہ حقیقت میں محروم القسمت بن جاتا ہے۔ ایسے انسان سے خیر کی توقع رکھنا بھی فضول ہے۔ نبی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا:

﴿اِذَا لَمْ تَسْتَحْیِ فَاصْنَعْ مَا شِئْتَ﴾ (رواہ البخاری) ”جب شرم نہ رہے تو پھر جو مرضی کر۔“

اس سے معلوم ہوا کہ بے حیا انسان کسی ضابطہ اخلاق کا پابند نہیں ہوتا۔ اس کی زندگی شتر بے مہار کی مانند ہوتی ہے۔ حیا ہی وہ صفت ہے کہ جس کی وجہ سے انسان پاکیزگی اور پاکدامنی کی زندگی گزارتا ہے۔ بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ حیا اور پاکدامنی لازم و ملزوم ہیں ان دونوں میں چولی دامن کا ساتھ ہے۔

ضرورت رشتہ

☆ لاہور میں رہائش پذیر فیملی کو اپنی بیٹی، عمر 30 سال، تعلیم بی اے، قد 5 فٹ 6 انچ کے لیے دینی مزاج کے حامل تعلیم یافتہ، برسرروزگار لڑکے کا رشتہ درکار ہے۔
رابطہ: 0300-9497550 042-35865063

☆ لاہور میں رہائش پذیر آرائیں فیملی کو اپنے بچوں، بیٹا، عمر 35 سال، تعلیم ایم بی اے، قد 6 فٹ ------ بیٹی، عمر 28 سال، تعلیم ایم اے عربی، قد 5 فٹ 3 انچ، دو سالہ فہم دین کورس کے لیے دینی مزاج کے حامل اعلیٰ تعلیم یافتہ رشتے درکار ہیں۔
رابطہ: 0306-0429439 042-37555039

☆ ملتان میں مقیم ملتزم رفیق کو اپنی مطلقہ سالی، عمر 27 سال، عالمہ کورس، صوم و صلوٰۃ اور شرعی پردے کی پابند کے لیے صرف ملتان کے رہائشی برسرروزگار لڑکے کا رشتہ درکار ہے۔ برائے رابطہ: 0321-6303691

☆ شیخ فیملی کو اپنی دو بیٹیوں، عمر 30 سال، تعلیم ایم اے پولیٹیکل سائنس قد 5 فٹ 6 انچ ------ بیٹی، عمر 28 سال، تعلیم بی اے، قد 5 فٹ 7 انچ کے لیے دینی مزاج کے حامل، تعلیم یافتہ برسرروزگار لڑکوں کے رشتے درکار ہیں۔ برائے رابطہ: 0322-8013612

☆ راجپوت بھٹی فیملی کو آسٹریلیا میں مقیم بیٹے، عمر 38 سال، تعلیم ایم اے اکنامکس، قد 5 فٹ 11 انچ، کے لیے دینی مزاج کی حامل، تعلیم یافتہ لڑکی کا رشتہ درکار ہے۔
برائے رابطہ: 0333-8662399

☆ لاہور میں رہائش پذیر کشمیری فیملی کو اپنی بیٹی، عمر 31 سال، تعلیم ایم اے انگلش، رجوع الی القرآن کورس (جاری) کے لیے دینی مزاج کے حامل تعلیم یافتہ، برسرروزگار لڑکے کا رشتہ درکار ہے۔ برائے رابطہ: (042)37445610

☆ جٹ فیملی کو اپنی بیٹی، عمر 25 سال، قد 5 فٹ 4 انچ ڈاکٹر آف فیزیوتھراپی، ایم فل کے لیے لاہور کے رہائشی ڈاکٹر، انجینئر، آفیسر لڑکے کا رشتہ درکار ہے۔
رابطہ: 0302-4070403 0331-4380118

☆ بیٹی، عمر 22 سال، قد 5 فٹ، تعلیم بی ایس سی (جاری) کے لیے دینی مزاج کے حامل برسرروزگار، تعلیم یافتہ، لڑکے کا رشتہ درکار ہے۔ رابطہ: 0322-4006155

☆ آسٹریلیا میں مقیم لڑکا، عمر 28 سال، تعلیم ایم اے برسرروزگار کے لیے دینی مزاج کی حامل نیک سیرت، اعلیٰ تعلیم یافتہ لڑکی کا رشتہ درکار ہے۔
برائے رابطہ: 0321-4430900

یمن کی صورتِ حال اور اس کے اثرات

یکم اپریل 2015ء کو منعقدہ نشست کی تلخیصی رپورٹ

مہمانانِ گرامی: حافظ عاکف سعید (امیر تنظیم اسلامی)
ایوب بیگ مرزا (ناظم نشر و اشاعت تنظیم اسلامی)

میزبان: وسیم احمد

مرتب: محمد خلیق

سوال: یمن کی حکومت اور حوثی باغیوں کے درمیان وجہ تنازعہ اور لڑائی کا پس منظر کیا ہے؟

ایوب بیگ مرزا: یمن ایک تاریخی ملک ہے۔ اس پر زیدی، جو اہل تشیع کا ایک مسلک ہے، اس کی حکومت تقریباً ایک ہزار سال رہی ہے۔ 1962ء کے بعد تبدیلی پیدا ہوئی اور اہل سنت نے حکومت پر قبضہ کیا۔ آغاز میں انہیں کوئی قابل ذکر حکمران نہیں ملا لیکن 1982 یا 1983ء میں علی عبداللہ صالح نے حکومت سنبھالی اور وہ 33 سال یمن کے حکمران رہے۔ عرب ممالک میں بادشاہت ہے یا آمریت، وہاں کوئی جمہوری نظام نہیں ہے۔

سوال: یعنی ووٹنگ کی بنیاد پر کوئی حکومت نہیں بنتی؟

ایوب بیگ مرزا: وہاں ووٹنگ بھی اسی انداز میں ہوتی ہے کہ ایک ہی اُمیدوار ہوتا ہے اور اسی کو ووٹ پڑتے ہیں۔ جیسے حسنی مبارک وغیرہ اپنے انتخابات کرایا کرتے تھے اور 98 فیصد ووٹ انھیں مل جاتے تھے، یا جیسے پاکستان میں ریفرنڈم ہوئے۔ علی عبداللہ صالح نے طویل عرصہ تک حکومت کی۔ اس کے خلاف عوام میں بھی کچھ ناراضگی پیدا ہو چکی تھی لیکن حوثی قبیلہ خاص طور پر اس کے خلاف تھا۔ حوثی لوگ زیادہ تر یمن اور سعودی عرب کی سرحد پر آباد ہیں۔ سعودی عرب کے صوبہ قطف میں بھی اہل تشیع ہی کی اکثریت ہے۔ وہ اگرچہ اس قبیلے کے لوگ نہیں لیکن اہل تشیع ہونے کی بنا پر وہ فطری حلیف بن جاتے ہیں۔ انہوں نے اہل سنت کے خلاف بہت سازشیں اور تحریکیں چلائیں تو علی عبداللہ صالح کو حکومت چھوڑنی پڑ گئی۔ اس نے حکومت اپنے سیکنڈ اِن کمانڈ منصور الہادی کے حوالے کر دی۔ منصور نے انتخابات کرائے، اور وہ انتخابات اسی طرح کے تھے کہ وہ خود اکیلا ہی امیدوار تھا۔ ظاہر ہے اسی نے منتخب ہونا تھا۔

بہر حال وہ حکومت ابھی اپنے پاؤں پر صحیح طرح کھڑی بھی نہیں ہوئی تھی کہ علی عبداللہ صالح جسے حوثیوں نے نکالا تھا، وہ انہی سے جا کر مل گیا اور حوثیوں نے بھی اس کو قبول کر لیا۔ پھر اس نے حوثیوں سے مل کر الہادی کے خلاف تحریک شروع کی جو ایک مسلح اور تشدد والی تحریک بن گئی۔ جب انہوں نے ایوان صدر پر حملہ کر دیا تو منصور الہادی نے بھاگ کر پہلے یمن ہی کے شمال میں پناہ لی، پھر وہ وہاں سے نکل کر اب سعودی عرب میں ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ بنیادی طور پر یہ اقتدار کی جنگ ہے۔

سوال: ایک طرف اہل تشیع ہیں، دوسری طرف اہل سنت ہیں اور آپ کہہ رہے ہیں یہ اقتدار کی جنگ ہے؟

ایوب بیگ مرزا: بنیادی طور پر یہ ایک علاقائی، قبائلی جنگ ہے لیکن اس میں فرقہ واریت کا عنصر بھی یقیناً شامل ہو گیا ہوگا۔ بعض حوثی قبائل میں اہل سنت بھی ہیں، اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ جنگ خالصتاً فرقہ وارانہ نہیں ہے لیکن بحیثیت مجموعی اس کا انداز ایسا بن گیا ہے۔ بنیادی طور پر یہ اقتدار کے لیے قبائل کی جنگ ہے اور اسی وجہ سے اہل سنت کی حکومت کو سعودی عرب نے سپورٹ کیا۔ دوسری طرف یہ بات بھی آ رہی ہے، اگرچہ اس کے ثبوت فراہم نہیں ہوئے، کہ حوثی قبائل کو ایران نے سپورٹ کیا ہے۔

سوال: ایرانی صدر کے مشیر نے کہا ہے کہ ایرانی ایک عظیم قوم بننے جا رہے ہیں اور بغداد مستقبل میں پرشین ایمپائر کا دارالحکومت ہوگا۔ ایران مشرق وسطیٰ میں کیا گل کھلانا چاہتا ہے؟

حافظ عاکف سعید: یہ ایک بڑا مشکل سوال ہے کہ ان کے عزائم کیا ہیں۔ موجودہ عالمی حالات میں ایران مسلمانوں کے شیعہ فرقے کی نہ صرف نمائندگی بلکہ قیادت کر رہا ہے۔ ماضی کے بغور مطالعے سے پتہ چلتا ہے کہ آہستہ آہستہ اس پورے خطے میں شیعوں کی عملداری بڑھ رہی ہے۔ ایک شیعہ کریسنٹ وجود میں آ رہا ہے۔ عراق میں پہلے شیعہ حکومت نہیں تھی۔ صدام کی حکومت ختم کرنے کے لیے امریکہ وہاں پر کودا اور بالآخر وہاں نورالمالکی کی شیعہ حکومت بن گئی۔ شام کے اندر پہلے بھی شیعہ عمل دخل تھا، اور اب بھی وہ معاملہ چل رہا ہے۔ لبنان پہلے سے ہی شیعہ ہے۔ تو یہ ایک کریسنٹ مکمل ہو جاتا ہے۔ اس سے اندازہ ہو جاتا ہے کہ یہ ایک بڑی قوت بننے چلا ہے۔ ان ساری باتوں کو سامنے رکھتے ہوئے ایرانی صدر کے مشیر کا

> بنیادی طور پر یہ ایک قبائلی جنگ ہے جس میں فرقہ وارانہ عنصر بھی شامل ہو گیا ہے

بیان بہر حال بامعنی نظر آ رہا ہے کہ اس طرف آہستہ آہستہ ان کے قدم بڑھ رہے ہیں۔ یہ اسلام دشمن قوتوں کی ایک پلاننگ بھی ہے کہ دو قوتوں کو ایسا مضبوط کیا جائے کہ وہ مقابل آ کر ایک دوسرے سے ٹکرائیں اور ایک دوسرے کا نقصان کریں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس سے بچائے!

سوال: کہا جا رہا ہے کہ امریکہ مشرق وسطیٰ میں ڈبل گیم کھیل رہا ہے۔ وہ سعودی عرب اور ایران کو لڑا کر ان دونوں کی قوت ختم کرنا چاہتا ہے تاکہ اسرائیل کو کسی قسم کا خطرہ نہ رہے؟

ایوب بیگ مرزا: میں تاریخی حوالے سے اس کے بیک گراؤنڈ میں جاؤں گا۔ جنگ عظیم دوئم کے بعد امریکہ ایک سپر پاور کی حیثیت سے تسلیم کیا گیا۔ اس کے مقابلے میں دوسری سپر پاور سوویت یونین تھی۔ 1945ء سے 2015ء تک 70 سالہ تاریخ کا جائزہ لیں تو معلوم ہوگا کہ امریکہ مسلسل اس کوشش میں رہا ہے کہ وہ دنیا کی دوسری تمام قوتیں ختم کر کے اکیلا سپر پاور بن جائے اور دنیا میں من مانیاں کرے۔ سوویت یونین میں اشتراکی نظام تھا، جو کیپٹلزم کے ردعمل میں آیا تھا، سب سے پہلے اسے نشانہ بنایا گیا۔ اشتراکی نظام چونکہ ملحد لوگوں کا تھا، تو امریکہ نے اس کے خلاف مسلمانوں کو استعمال کیا۔ یہ کہا گیا کہ اشتراکی نظام اگر دنیا میں غالب آ گیا تو مذہب ختم ہو جائے گا۔ 1980ء کی دہائی میں افغانستان میں سوویت یونین کی

شکست و ریخت کا معاملہ اس امریکی پلان کے تحت ہوا۔ اس جنگ کے بعد جب یہ کہا گیا کہ اب نیٹو کی کیا ضرورت ہے کیونکہ سوویت یونین تو ختم ہو گیا ہے اور نیٹو سوویت یونین کے مقابلے میں بنایا گیا تھا، تو اس کے کمانڈر نے کہا تھا کہ نہیں، ابھی ہمیں ایک اور قوت کا سامنا ہے۔ یہ واضح اشارہ تھا امت مسلمہ کی طرف۔ اسلام ایک ایسا نظام رکھتا ہے جو سرمایہ دارانہ نظام کی جڑوں پر ہتھوڑا بن کے گر سکتا تھا۔ لہٰذا اس نظام کے ماننے والوں کے خلاف اب ایک محاذ بنایا گیا۔ اسی حکمت عملی کے تحت امریکہ قدم بقدم آگے بڑھ رہا ہے۔ وہ سٹریٹیجی یہ ہے کہ امت مسلمہ کو آپس میں لڑایا

سعودی عرب اور ایران کو لڑانے کے لیے امریکہ دونوں کو قوت فراہم کر رہا ہے

جائے، اور ان کی قوت کو ختم کیا جائے۔ یہ سب کچھ ایسے طریقے سے کیا جائے کہ اس میں ہمارا ایک سپاہی بھی مارا نہ جائے۔ امریکہ کی سعودی عرب کے ساتھ پرانی دوستی ہے۔ اگرچہ میں نہیں مانتا کہ ایران کے ساتھ امریکہ کی کبھی دشمنی تھی لیکن اگر یہ فرض کر بھی لیا جائے کہ کبھی ایران اور امریکہ دشمن تھے، تو اب تو نہیں ہیں۔ جوہری معاملے پر وہ ایک معاہدے پر پہنچنے والے ہیں۔ چنانچہ اب امریکہ دونوں کا دوست ہے۔ دوستی کی آڑ میں وہ دونوں کو آپس میں لڑانے کے لیے قوت فراہم کر رہا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ امریکہ یہ ڈبل گیم اس لیے کر رہا ہے تاکہ اسلامی نظام لانے والوں کو کچل دیا جائے۔ ظاہر ہے اگر نظام لانے والے کچلے گئے تو نظام کیسے آئے گا! بالآخر وہ اس کی لپیٹ میں پاکستان کو بھی لے گا، جو دنیا کی واحد اسلامی ایٹمی قوت ہے۔

سوال: ایران امریکہ سے اسلحہ خرید کر یمن کے باغیوں کو دے رہا ہے اور سعودی عرب بھی امریکہ سے اسلحہ خرید کر حوثیوں پر حملہ آور ہے۔ اس سے امریکہ کی اسلحہ کی انڈسٹری دن دوگنی رات چوگنی ترقی کر رہی ہے۔

حافظ عاکف سعید: آپ کا یہ احساس بالکل درست ہے۔ تاریخی حقائق بھی ہمیں یہی بتا رہے ہیں۔ اصل میں اس کو analyze کرنا پڑے گا کہ امریکہ میں یہودی لابی سب سے زیادہ موثر ہے اور وہاں کی پوری اکانومی ان کے کنٹرول میں ہے۔ وہ جو اقبال نے کہا تھا کہ ع فرنگ کی رگ جاں پنجۂ یہود میں ہے۔ آج کے فرنگ کا امام امریکہ ہے اور اس کی رگ جاں یہودی نے پوری طرح اپنی گرفت میں لے رکھی ہے۔ یہود سب سے زیادہ مسلمانوں کے دشمن ہیں، لیکن بقیہ نوع انسانی سے بھی وہ انتقام لے رہے ہیں۔ اپنے Diaspora کا بدلہ لینے کے لیے انہوں نے خاص حربوں کے ذریعے پوری دنیا پر کنٹرول حاصل کیا ہے۔ چنانچہ یہ حقیقت ہے کہ جنگ عظیم اوّل اور دوئم دونوں کے اندر یہی لوگ تھے جو دونوں طرف اسلحہ سپلائی کر رہے تھے۔ امریکہ میں اسلحہ کی پوری انڈسٹری ان کے کنٹرول میں ہے۔ وہی یہ چاہتے ہیں کہ سب کو لڑائیں۔ چنانچہ ملٹری انڈسٹریل بینکنگ کمپلیکس اس کے لیے ایک عنوان بن چکا ہے۔ آج کی سیاست دنیا کی اکانومی کے گرد گھومتی ہے اور اکانومی ان کے کنٹرول میں ہے۔ یہی پھر قوموں کو قرضے دیتے ہیں۔ نتیجتاً ہم معاشی طور پر ان کے غلام ہیں۔ چونکہ policies ان کی چلتی ہیں، اس لیے پوری دنیا کو یہ اپنے شکنجے میں لا چکے ہیں۔ اس ذریعے سے ’’چت بھی میری، پٹ بھی میری‘‘ کے مصداق وہ دونوں طرف سے فائدے اُٹھا رہے ہیں۔ ایک طرف اپنے اس اسلحہ کو بیچ کر اور دوسری طرف جو وہ چاہتے ہیں کہ نوع انسانی کا نقصان ہو۔

وسیم احمد: ہماری قیادت خدانخواستہ اتنی بیوقوف نہیں ہے۔ troops on ground کا مرحلہ اتنا خطرناک ہوتا ہے کہ واپسی مشکل ہو جاتی ہے۔ پاکستانی فوج کبھی اس دلدل میں پھنسنا نہیں چاہے گی۔

ایوب بیگ مرزا: پھنسنا تو نہیں چاہے گی لیکن پاکستان کی بہت سی کمزوریاں ہیں۔ معاشی کمزوری ہے۔ سیاسی عدم استحکام ہے۔ ہماری ایسی مجبوریاں ہیں جن سے فائدہ اُٹھا کر وہ ہمیں اس طرف لے جا سکتے ہیں۔ وہ پاکستان کو اس حد تک مجبور کر سکتے ہیں کہ ہمارے پاس فوج بھیجنے کے سوا کوئی راستہ نہ رہے۔ لیکن اس سے پہلے پاکستان کی سیاسی وعسکری قیادت اتنی بڑی غلطی نہیں کرے گی جبکہ اس کے اپنے ملک میں دہشت گردی کا مسئلہ ہے، امن و امان کا مسئلہ ہے۔ مشرقی سرحد پر انڈیا ہر وقت ہمارے سر پر چڑھا رہتا ہے۔ میں نہیں سمجھتا کہ اتنا الجھا ہوا پاکستان، اتنی الجھی ہوئی فوج کسی دوسرے ملک کی مدد کے لیے جا سکے۔ لیکن پوزیشن وہی ہے کہ امریکہ حالات کو مسلم ورلڈ وار کی طرف لے جانا چاہتا ہے۔

سوال: یمنی باغیوں کے خلاف سعودی عرب کی مدد کے لیے فوج بھجوانے پر دینی وسیاسی جماعتوں کی طرف سے مختلف آراء آ رہی ہیں۔ اس میں صرف پیپلز پارٹی نے حمایت کی ہے۔ حکومت کو اس ایشو پر اتفاق رائے کیسے قائم کرنا چاہیے؟

حافظ عاکف سعید: حکومت اتفاق رائے قائم کرنے کے لیے کوشش تو کر رہی ہے۔ سیاسی جماعتوں اور ملک کی مقتدر قوتوں کو ایک پلیٹ فارم پر جمع کر کے متفقہ رائے بنانا ایک قومی ضرورت ہوتی ہے۔ اس پہلو سے صحیح طریقے پر ایک بھرپور اے پی سی ہونی چاہیے۔ ابھی تک تو ہم نے فوج بھیجی نہیں ہے، ہاں اندیشہ ہو سکتا ہے، تو اس حوالے سے یقینی طور پر پوری قوم کو اعتماد میں لے کر کوئی فیصلہ کرنا چاہیے۔ اس معاملے کو جو فرقہ وارانہ رنگ دیا جا رہا ہے، وہ بین الاقوامی اسلام دشمن قوتوں کا ایجنڈا ہے، ہمیں اس پر بھی محتاط رہنا چاہیے۔ کسی ایک اسلامی ملک کے خلاف کسی دوسرے اسلامی ملک کی مدد کرنے سے بگاڑ اور بڑھے گا۔ یہ آخری آپشن ہی ہو سکتا ہے لیکن اس میں بھی اصولی طور پر ہمارا فیصلہ یہ ہونا چاہیے کہ اگر حرمین کے تقدس کو خطرہ ہو تب ہم وہاں اپنی افواج بھیجیں۔ یمن میں ہماری فوجیں جانا ہرگز مناسب نہیں۔

سوال: حرمین کا تحفظ تو اسلامی فریضہ بن جاتا ہے؟

حافظ عاکف سعید: جی بن جاتا ہے، لیکن اس کو بعض لوگ کچھ اور اینگل سے دیکھ کر اپنے لیے جواز پیدا کر لیتے ہیں۔ اس میں بھی کوئی شک نہیں ہے کہ اس وقت یہ سب کچھ ایک عالمی سازش کا حصہ ہے۔ اس سازش کے

امریکہ حالات کو مسلم ورلڈ وار کی طرف لے جانا چاہتا ہے

مختلف پہلو اور گوشے ہمارے سامنے آہستہ آہستہ کھلتے چلے جا رہے ہیں۔ 1924ء میں یہودیوں نے بڑی پلاننگ کے ساتھ خلافت کے ادارے کو ختم کیا تھا، اس لیے کہ وہ مسلمانوں کی وحدت کا ایک symbol بھی تھا اور اس سے اسلام دشمن قوتوں کو خطرہ تھا کہ اگر یہ برقرار رہا تو مسلمان کسی بھی وقت ایک جھنڈے تلے اکٹھے ہو کر جہاد و قتال کے لیے نکلیں گے اور پھر ہمارے لیے بچنے کا کوئی رستہ نہیں ہوگا۔ لہٰذا یہ کام انہوں نے بڑی کامیابی سے کیا۔ اب بھی مسلمانوں کے اتحاد اور یگانگت کی اگر کوئی علامت ہے تو وہ حرمین ہے۔ چنانچہ وہ چاہتے ہیں کہ اس خطے کو ایسا پُرخطر بنا دیا جائے اور یہاں ایسی سازشیں کی جائیں کہ یہ بھی مسلمانوں کے ہاتھوں سے نکل جائے۔ یوں امت

مسلمہ مزید منتشر ہو جائے گی۔ سعودی عرب میں قائم بادشاہی نظام کی اگرچہ ہم تائید نہیں کر سکتے، لیکن خدمت حرمین اور اس کے تحفظ کے ضمن میں ان کا ایک مقام ہے جس میں کوئی شک نہیں۔ حج کا نظام بڑے بھرپور انداز سے چل رہا ہے اور حرمین کو پاک صاف رکھنے کا بھی انہوں نے ایک اعتبار سے حق ادا کیا ہے۔ اگر وہاں پر اغیار کی سازشیں کامیاب ہو جاتی ہیں تو یہ امر پورے عالم اسلام کی قوت کو کمزور کرنے کا ذریعہ بنے گا۔ لہٰذا حرمین کا تحفظ تو ہمارے ایمان کا تقاضا ہوگا، لیکن کسی ایک حکومت کا حمایتی بن کر دوسرے کے خلاف ایکشن کا جواز نہیں بنتا۔

ایوب بیگ مرزا : آپ نے کہا ہے کہ صرف پیپلز پارٹی نے حمایت کی ہے، جبکہ ایسا نہیں ہے۔ جماعۃ الدعوۃ نے اور بعض مذہبی جماعتوں نے کھل کر حمایت کی ہے۔ پروفیسر ساجد میر صاحب کی جماعت بہت شدت سے حمایت کر رہی ہے۔ مولانا فضل الرحمان نے بڑی محتاط بات کی ہے کہ اپنی دوستی کا بھی خیال رکھنا چاہیے اور اپنی ہمسائیگی کا بھی خیال رکھنا چاہیے۔

سوال : حافظ عاکف سعید صاحب! نبی اکرم ﷺ کی ولادت سے قبل خانہ کعبہ پر ایک بادشاہ ابرہہ نے یلغار کی تھی، جس کی حفاظت اللہ تعالیٰ نے ابابیلوں کے ذریعے کی تھی۔ ابرہہ کا تعلق بھی یمن سے تھا۔ کیا اب پھر سعودی حکمرانوں کو یمن کی طرف سے کسی ابرہہ کا خطرہ ہے؟

حافظ عاکف سعید: آپ نے بڑا خوبصورت نکتہ پیش کیا ہے۔ قوموں کی ایک collective سائیکالوجی بھی ہوتی ہے۔ اس اعتبار سے یہ بات جڑتی ہوئی محسوس ہوتی ہے کہ یمن سے اگر کوئی حملہ آور ہو رہا ہے تو گویا یہ حرمین کے تقدس کو خطرہ ہو سکتا ہے۔ اس پر سعودی زیادہ ری ایکٹ کریں گے اور پہلے سے الرٹ ہوں گے۔

سوال : پاکستانی فوج نے اگر یمن کے گراؤنڈ آپریشن میں حصہ لیا تو ہمارے یہاں فرقہ وارانہ تناؤ بڑھنے کی وجہ سے فرقہ وارانہ دہشت گردی میں اضافہ ہوگا۔ کیا آپ اس رائے سے اتفاق کرتے ہیں؟

ایوب بیگ مرزا : اس سوال کا جواب کافی حد تک عاکف سعید صاحب دے چکے ہیں۔ یقیناً حرمین کے تحفظ کی ذمہ داری ادا کرنا ہمارے لیے اپنی جان و مال اور ملک سے بھی زیادہ مقدم ہے، اگر اس کی سکیورٹی کو کوئی خطرہ درپیش ہوتا ہے۔ فی الحال ایسا کوئی مسئلہ بنتا نظر نہیں آتا، صرف باتیں ہی ہو رہی ہیں۔ اس وقت یمن میں سعودیہ اور 9 ملکی اتحاد فضائی حملے کر رہا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ پاکستان کو ایسی strikes میں قطعی طور پر حصہ نہیں لینا چاہیے۔ سعودی عرب اور یمن کی جنگ جو یمن کے اندر ہو رہی ہے، اور کہنے والے کہتے ہیں کہ یہ سعودی عرب اور ایران کے درمیان پراکسی وار ہے، تو اس میں ہمیں کسی طرح بھی حصہ دار نہیں بننا چاہیے۔ اب سوال یہ ہے کہ اگر خدانخواستہ کوئی سعودی عرب پر حملہ کرتا ہے اور مکہ، مدینہ کی حرمت کو پامال کرنے کی کوشش کرتا ہے تو پھر کیا کیا جائے؟ میری نگاہ میں، پاکستان کو سب کچھ چھوڑ کر سعودی عرب کی مدد کرنی چاہیے۔ ہمارے لیے اس کی ذمہ داری پاکستان کی حفاظت سے بھی پہلے ہے۔ تاہم، یہ قدم محض سنی سنائی باتوں یا مغربی میڈیا کے واویلا سے متاثر ہو کر نہیں اُٹھانا چاہیے۔ مجھے یہ خطرہ محسوس ہو رہا ہے کہ شاید پاکستان short of that بھی مجبور ہو جائے۔ پاکستان کی کچھ مجبوریاں ہیں۔ پچھلے 68 سال میں سعودی عرب نے ہمیں بہت سپورٹ کیا ہے۔ ہر جنگ میں پاکستان کا ساتھ دیا۔ ایٹمی دھماکے کے بعد جب پاکستان پر پابندیاں لگا دی گئیں تو سعودی عرب نے امریکہ کی مرضی کے خلاف ہمیں کچھ تیل فری اور کچھ deferred payment پر دیا۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ وہ پابندیاں ہمارا کچھ نہ بگاڑ سکیں۔

ہمیں اپنی افواج صرف حرمین کے تحفظ کے لیے بھجوانی چاہئیں

سوال: سعودیہ کے احسانات اپنی جگہ ہیں، لیکن اگر ہم ان کے بدلے میں اپنی فوج بھجوا دیتے ہیں تو پاکستان میں فرقہ وارانہ دہشت گردی بڑھے گی؟

ایوب بیگ مرزا : یہ بھی دیکھیں کہ اس وقت 25 لاکھ پاکستانی سعودیہ میں روزگار کما رہے ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ کم از کم ڈیڑھ کروڑ افراد پاکستان میں اس کمائی سے پرورش پا رہے ہیں۔ یہ ہمارا معاشی معاملہ بھی ہے۔ ایک اور بات بھی ہے جسے اہمیت نہیں دی جانی چاہیے لیکن معلوم ہوتا ہے کہ دی جا رہی ہے، اور وہ یہ کہ شریف فیملی کے خادمین شریفین کے ساتھ ذاتی تعلقات ہیں۔ 1999ء میں انہوں نے شریف فیملی کو نہ صرف پناہ دی تھی بلکہ اپنے قانون میں تبدیلی کر کے انھیں وہاں کاروبار کرنے کی اجازت بھی دی گئی تھی۔ اصل بات یہ ہے کہ ہمارا موقف یہ ہونا چاہیے کہ فوجیں صرف اس صورت میں بھیجی جائیں اگر خدانخواستہ مکہ، مدینہ کو کوئی خطرہ لاحق ہو۔ اگر ہم نے اپنی فوجیں یمن میں سعودی عرب کی حمایت میں داخل کیں تو اس کا لازمی نتیجہ یہ نکلے گا کہ پاکستان میں فرقہ واریت اور دہشت گردی میں اضافہ ہوگا۔

حافظ عاکف سعید : میں اسی بات کو آگے بڑھاتے ہوئے عرض کروں گا کہ ہمارا زور اس پر ہونا چاہیے کہ یہ آگ جو بھڑکائی جا رہی ہے، اس کو ٹھنڈا کیا جائے۔ اسلامی ممالک میں پاکستان کی ایک حیثیت ہے۔ یہ مصالحت کا کردار ادا کرے۔

سوال : حافظ عاکف سعید صاحب! یمن کی صورت حال، مشرق وسطیٰ میں نئی نئی developments، احادیث میں ایک بہت بڑی جنگ کی پیشین گوئیاں، ان سب کے حوالے سے ایک اوور آل تبصرہ فرما دیجیے۔

حافظ عاکف سعید : میں محسوس کر رہا ہوں کہ یہ ایشو بھی اتنا بڑا نہیں ہوا لیکن میڈیا نے اس کو جس انداز سے portray کیا ہے تو عوام میں اس وقت سب سے زیادہ یمن کے ایشو پر گفتگو ہو رہی ہے۔ وہ جاننا چاہتے ہیں کہ یہ مسائل ہیں کیا! ہر مخلص مسلمان کو اس معاملے میں جو پریشانی اور تشویش ہو رہی ہے وہ یقیناً اس کے ایمان ہی کا مظہر ہے۔ اوور آل، ہمیں اس مسئلے کو تین levels پر دیکھنا چاہیے۔ ایک لیول تو یہ ہے کہ یمن کے اندر مسلمانوں کے دو گروپ آپس میں لڑ رہے ہیں۔ ہونا تو یہ چاہیے کہ ۔

ایک ہوں مسلم حرم کی پاسبانی کے لیے
نیل کے ساحل سے لے کر تا بخاکِ کاشغر

لیکن آج امت مسلمہ اس کے بالکل برعکس نقشہ پیش کر رہی ہے۔ مسلمان ایک دوسرے کے خون کے پیاسے ہیں۔ مسلمان ہی مسلمان کا گلا کاٹ رہا ہے۔ ابلیسی قوتیں مسلمانوں کو ہی مسلمانوں کے خلاف استعمال کر کے اپنے عزائم اور مقاصد حاصل کر رہی ہیں۔ یمن کی لڑائی میں جو دو فریق ہیں ان میں سے ایک شیعہ ہے اور ایک سنی۔ یہ فرقہ وارانہ آگ نہیں بھڑکنی چاہیے۔ جتنی جلدی ہو سکے، ہم اسے ٹھنڈا کریں۔ یہ صورت حال ہماری غفلت کا نتیجہ اور اجتماعی سطح پر اسلام سے ہماری دوری کی مظہر ہے۔ آج مسلمان ملت واحدہ نہیں ہیں جبکہ ان کے مقابلے میں کفر اب ملت واحدہ ہے۔ اقبال نے شکوہ کیا تھا کہ ۔

فرقہ بندی ہے کہیں اور کہیں ذاتیں ہیں
کیا زمانے میں پنپنے کی یہی باتیں ہیں

تو ظاہراً یہ بھی اسی کا ایک مظہر ہے۔

اس سے اوپر کی سطح پر دیکھیں تو حق و باطل کا ایک معرکہ ہے جو اس وقت دنیا میں پورے طور پر سرگرم ہے۔ چنانچہ جو اقبال نے کہا تھا:

ستیزہ کار رہا ہے ازل سے تا امروز
چراغ مصطفوی سے شرار بولہبی

یہ اسی کا مظہر ہے۔ حق و باطل کی قوتوں کی کشمکش کا یہ فائنل راؤنڈ ہے، اور اس میں ہمارے تقریباً تمام مذاہب شامل ہیں۔ یہود کے اکثر موجودہ اکابرین کی رائے بھی یہی بنتی ہے۔ اسی طرح عیسائیوں کا نقطہ نظر بھی یہی ہے۔ ہمارے پاس احادیث کا جو ذخیرہ ہے، اس کو سامنے رکھیں تو دجالی فتنہ اس وقت اپنے عروج پر ہے۔ ابلیسی قوتوں کو اس وقت پورے گلوب پر 80 فیصد کے قریب کامیابی حاصل ہو چکی ہے، اور وہ اب اسے منطقی انجام تک پہنچانا چاہتے ہیں کہ مسلمانوں کی قوت بالکل ختم کر دی جائے۔ جب حق و باطل کی کشمکش ہو گی تو مسلمانوں کی خواہش ہو گی کہ باطل کو نیست و نابود کرو جبکہ ابلیسی قوتیں یہ چاہیں گی کہ مسلمانوں کو بالکل صفر کر دیا جائے۔ اس میں بعض اعتبارات سے انھیں بڑی کامیابی ہو چکی ہے۔ بحیثیت مجموعی، عالم اسلام دجالی فتنے کے سیلاب میں بہہ چکا ہے کیونکہ اس کی اکثریت مادہ پرستی اور دنیاداری میں غرق ہے۔

اسلام اس وقت حالت غربت کا شکار ہے، وہ جو حدیث میں کہا گیا ((بَدَأَ الْاِسْلَامُ غَرِيبًا وَسَيَعُودُ كَمَا بَدَأَ فَطُوبٰى لِلْغُرَبَاءِ)) (رواہ مسلم)۔ کہنے کو 57 اسلامی ملک ہیں لیکن کسی ایک جگہ بھی اللہ کا دین قائم نہیں ہے۔ یہ اصل میں ہماری غفلت ہے۔ ہم نے اللہ سے، اس کے دین سے بے وفائی کی ہے۔ اس میں یقیناً عرب ورلڈ بھی شامل ہے۔ ان کی زبان میں قرآن نازل ہوا لیکن وہاں انہوں نے اللہ کا دین قائم نہیں کیا۔ عرب ورلڈ کے اندر خلافت کا نام لینا ایک جرم بن چکا ہے۔ ہم اتنی دور جا چکے ہیں۔ چنانچہ اس وقت ابلیسی قوتیں اپنی آخری فتح کے لیے زور لگا رہی ہیں کہ مسلمانوں میں resistance ختم ہو جائے۔ اس کے لیے بہترین حربہ یہ ہے کہ خود مسلمانوں کو مسلمانوں سے لڑاؤ۔ وہ بڑی کامیابی کے ساتھ یہ کام کر رہے ہیں اور اس وقت پورا مشرق وسطیٰ ایک بہت بڑی جنگ کا میدان بننے والا ہے۔ اس کے پورے آثار، شواہد، قرائن جمع ہو چکے ہیں۔ پوری دنیا کی زبان پر یہ آ رہا ہے کہ تھرڈ ورلڈ وار مشرق وسطیٰ میں لڑی جائے گی۔ اس میں اصل مجرم ہم خود ہیں۔ اللہ کی سنت یہ ہے کہ مسلمان قوم اگر اللہ کے دین سے بے وفائی کرتی ہے تو پھر دنیا میں اس پر ذلت و مسکنت کا عذاب مسلط کر دیا جاتا ہے۔ چنانچہ یہ وہ تیسرا لیول ہے کہ اگرچہ سارا معاملہ مسلمانوں کی اپنی غلطی ہے لیکن اب یہ اللہ تعالیٰ کی تقدیر ہے۔ اللہ کی سنت ہے کہ وہ مسلمان قوم کو معاف نہیں کرتا۔ وہ جو اقبال نے کہا ہے۔

فطرت افراد سے اغماض بھی کر لیتی ہے
نہیں کرتی کبھی ملت کے گناہوں کو معاف!

تیسرے لیول پر جا کر دیکھیں تو یہ جو کچھ ہو رہا ہے، از خود نہیں ہو رہا۔ ایک بات ذہن میں آتی ہے کہ کیا یہودی اتنے effective اور طاقتور ہو گئے ہیں کہ وہ جو پلاننگ کرتے ہیں، پوری دنیا اسی رُخ پر چل پڑتی ہے؟ کیا جو اللہ تعالیٰ کی قدرت ہے۔ اللہ کی مرضی کے خلاف وہ یہ سارا کام کر رہے ہیں؟ اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی قوت تو محدود ہو گئی اور

ابلیسی قوتیں اپنی آخری فتح کے لیے پورا زور لگا رہی ہیں

یہودی کی قوت بڑھ گئی۔ بہت سے مسلمانوں کے دلوں میں یہ خیال بھی آتا ہے کہ۔

رحمتیں ہیں تیری اغیار کے کاشانوں پر
برق گرتی ہے تو بیچارے مسلمانوں پر

اس کا جواب یہ ہے کہ یہ سب کچھ اللہ ہی کی اس تقدیر کا حصہ ہے کہ جب مسلمان قوم بے وفائی کرتی ہے تو پھر اللہ تعالیٰ کسی مشرک اور کافر کی سزا ان کے اوپر مسلط کر دیتا ہے۔ بنی اسرائیل نے جب اللہ سے بے وفائی کی تو بخت نصر سے حملہ کروا کر اسے ان پر مسلط کر دیا گیا۔ اس نے لاکھوں کی تعداد میں یہودی قتل کیے اور باقی سب کو اسیر بنا کر لے گیا۔ قرآن نے اس کا ذکر اس انداز سے کیا ہے کہ ﴿فَاِذَا جَآءَ وَعْدُ اُولٰىهُمَا بَعَثْنَا عَلَيْكُمْ عِبَادًا لَّنَآ اُولِىْ بَاْسٍ شَدِيْدٍ فَجَاسُوْا خِلٰلَ الدِّيَارِ ۭ وَكَانَ وَعْدًا مَّفْعُوْلًا ۝﴾ (بنی اسرائیل:5) ''پس جب پہلے (وعدے) کا وقت آیا تو ہم نے اپنے سخت لڑائی لڑنے والے بندے تم پر مسلط کر دیے اور وہ شہروں کے اندر پھیل گئے۔ اور وہ وعدہ پورا ہو کر رہا۔'' ہم نے اپنے بندے مسلط کر دیے تھے تمہارے اُوپر اے بنی اسرائیل، جنہوں نے تمہارے حلیے بگاڑ دیے۔ بہر حال اس وقت یہ وہی ابلیسی قوتیں ہیں جنہیں اللہ نے ہمیں سزا دینے کے لیے کھلا چھوڑ دیا ہے۔

آخری بات یہ عرض کروں گا کہ بالآخر اسی سے مسلمان جاگے گا۔ بیداری کا عمل بھی شروع ہو چکا ہے۔ اس کے نتیجے میں ultimately جب مسلمان اللہ سے اور اس کے دین سے بے وفائی چھوڑ کر وفاداری شروع کرے گا تو دجالی قوتوں کو شکست ہو گی۔ پھر مسلمان غالب قوت کی حیثیت سے کل روئے زمین پر اللہ کے دین کو قائم کرے گا، ان شاء اللہ۔ اللہ کرے اب ہم جاگ جائیں اور اپنی اصل منزل کی طرف مثبت طور پر قدم بڑھا سکیں!

[اس پروگرام کی ویڈیو www.tanzeem.org پر ''خلافت فورم'' کے عنوان سے دیکھی جا سکتی ہے۔]

دعائے مغفرت — اناللہ وانا الیہ راجعون

☆ مسجد جامع القرآن، قرآن اکیڈمی لاہور کے خادم فدا احمد کے والد وفات پا گئے

☆ مکتبہ خدام القرآن لاہور کے کارکن سعید احمد نواز کے والد وفات پا گئے

☆ حلقہ خیبر پختونخوا جنوبی کی مقامی تنظیم نوشہرہ کے رفیق محمد آصف کے ماموں روڈ ایکسیڈنٹ میں وفات پا گئے

☆ تنظیم اسلامی ملتان کینٹ کے رفیق جناب عبدالصمد کی بھتیجی بقضائے الٰہی وفات پا گئیں

☆ معتمد حلقہ جنوبی پنجاب شوکت حسین انصاری کے چچازاد بھائی دل کا دورہ پڑنے سے رحلت فرما گئے

☆ منفرد اسرہ کلپانی کے نقیب محترم جناب ایاز باجا اور ملتزم رفیق انور باجا کے چچازاد بھائی وفات پا گئے

☆ حلقہ کراچی شمالی کے رفیق جناب نعمان گل کے والد محترم رحلت فرما گئے

☆ حلقہ کراچی شمالی گلستان جوہر 2 کے سینئر رفیق جناب محمد صفدر رحلت فرما گئے

☆ حلقہ لاہور غربی کی مقامی تنظیم شاہدرہ کے معاون خصوصی جناب نعیم اختر عدنان کا بھتیجا گزشتہ دنوں رضائے الٰہی سے وفات پا گیا

اللہ تعالیٰ مرحومین کی مغفرت فرمائے، اور پسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق دے۔ قارئین سے بھی مرحومین کے لیے دعائے مغفرت کی اپیل ہے۔

اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لَهُمْ وَارْحَمْهُمْ وَاَدْخِلْهُمْ
فِيْ رَحْمَتِكَ وَحَاسِبْهُمْ حِسَابًا يَّسِيْرًا

ممتاز قادری کیس میں عدالتی فیصلے کا جائزہ
کتاب وسنت کی روشنی میں

1

علامہ محمد خلیل الرحمٰن قادری
ناظم اعلیٰ، جامعہ اسلامیہ، لاہور

اسلام آباد ہائی کورٹ کے ڈویژن بنچ نے غازی ممتاز احمد قادری کی اپیل کا فیصلہ سنا دیا ہے جس کی رو سے انہیں انسداد دہشت گردی کی عدالت کی طرف سے دہشت گردی کے جرم پر دی جانے والی سزا کو تو کالعدم قرار دے دیا گیا ہے لیکن سلمان تاثیر کے قتل پر دی جانے والی سزا کو برقرار رکھا گیا ہے۔

اگر دقت نظر سے غیر جانبدارانہ طور پر دیکھا جائے تو یہ فیصلہ کتاب وسنت اور شریعت اسلامیہ کے مطابق نہیں کیا گیا۔ اس فیصلے پر اعتراض کرنے والے کئی حضرات کا کہنا یہ ہے کہ عدالت عالیہ کو دہشت گردی کے جرم پر دی جانے والی سزا کو کالعدم قرار نہیں دینا چاہیے تھا، حالانکہ قانون کا ادنیٰ طالب علم بھی یہ بات بخوبی جانتا ہے کہ اس مقدمہ پر دہشت گردی ایکٹ کی دفعات کا اطلاق سراسر زیادتی پر مبنی تھا، اس لیے دوران بحث جب غازی صاحب کے وکلاء نے اس غیر قانونی اطلاق پر مؤثر دلائل دیئے تو عدالت کے پاس تسلیم کر لینے کے سوا کوئی چارہ نہ رہا۔

ہماری دانست میں اصل قابل اعتراض پہلو یہ ہے کہ اس مقدمہ کا فیصلہ کرتے ہوئے کتاب وسنت کی فراہم کردہ دوٹوک راہنمائی سے استفادہ نہیں کیا گیا۔ اگرچہ فاضل جج صاحبان نے اپنے فیصلے میں متعدد آیات قرآنی اور احادیث مبارکہ نقل کی ہیں لیکن جب ان سے استنباط کا مرحلہ آیا تو انہوں نے ایسی تاویلات کا سہارا لیا جنہیں اسلاف واخلاف میں سے کسی نے آج تک اختیار نہیں کیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جس کی بنیاد پر ہم یہ کہنے میں حق بجانب ہیں کہ فاضل عدالت نے غازی صاحب کے وکلاء کی طرف سے دی جانے والی اس دلیل کو تسلیم تو کیا کہ کتاب وسنت ملک کا سپریم لاء ہے اور تمام ملکی قوانین کی تعبیر وتشریح اسی سپریم لاء کے تابع ہونی چاہیے لیکن عملاً کتاب وسنت کے صریح احکام کو من مانی تاویلات سے غبار آلود کر کے ان کا معنوی انکار ہی کر دیا ہے۔

ہم واضح کیے دیتے ہیں کہ غازی ممتاز احمد قادری کا اقدام شریعت اسلامیہ کی رو سے خطا پر مبنی نہیں ہے کیونکہ شاتم رسول از روئے شریعت مباح الدم ہوتا ہے۔ اگر کوئی عدالت یا سربراہ مملکت سے سبقت لے کر بھی اس کا خون بہا دے تو مارنے والے پر کوئی قصاص یا دیت نہیں ہوتی۔ یہ ایسا معاملہ ہے جو صریح ارشادات نبویؐ سے مبرہن ہو جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ائمہ اربعہ اور غیر مقلدین میں سے کسی ایک نے بھی اس سے اختلاف نہیں کیا کہ مرتد کو عدالت یا سربراہ مملکت سے سبقت لے کر قتل کرنے والے پر کوئی قصاص اور دیت نہیں ہے۔ گویا جس طرح امت کا اس بات پر اجماع ہے کہ گستاخ رسول کی سزا موت ہے ویسے ہی پوری امت اس بات پر متفق ہے کہ شاتم رسول کو مارنے والے پر کوئی قصاص یا دیت نہیں ہے خواہ وہ اس معاملے کو عدالت میں لے جائے بغیر ہی اسے کیوں نہ مار ڈالے۔

اسلام نے قانون کی حکمرانی اور پاسداری کے لیے کڑے معیارات مقرر کیے ہیں لیکن یہ بات پیش نظر رہنی چاہیے کہ ہر قانون میں کچھ استثنیٰ بھی ہوتا ہے۔ شاتم رسول کا معاملہ بھی شریعت اسلامیہ میں ایک استثنائی معاملہ ہے اور اس کو مارنے والا قتل حق کا مرتکب قرار پاتا ہے جس کی وجہ سے اسے کوئی سزا نہیں دی جا سکتی۔ اس طرز پر استثنیٰ خود مغربی قوانین میں بھی موجود ہے۔ ہمارے ہاں بھی یہ قانون رائج ہے کہ اگر کوئی اپنی جان، اپنے اہل خانہ کی جان اور اپنی جائیداد کے تحفظ کے لیے کسی کو مار ڈالتا ہے تو اس پر قصاص اور دیت نہیں ہوگی۔ تعجب ہے کہ اپنی جائیداد کے تحفظ کے لیے اگر کسی کو قتل کیا جائے تو جائز اور قاتل سزا سے بھی بری لیکن جو ناموس رسالت پر دن دیہاڑے ڈاکا ڈالنے والے کو مار ڈالے تو وہ معتوب بھی ہو اور سزا کا حقدار بھی۔

حضور ﷺ کی ظاہری حیات مبارکہ میں ایک درجن کے قریب ایسے واقعات رونما ہوئے کہ مختلف شاتمین کو کسی نہ کسی صحابی نے قتل کر دیا۔ جب یہ معاملات حضور ﷺ کی عدالت میں پیش ہوئے تو آنجناب ﷺ نے مقتولین کے خون کو رائیگاں قرار دیا اور انہیں قتل کرنے والوں کو کوئی سزا نہ دی بلکہ بعض کی تو تحسین بھی فرمائی۔ شاتمین کو ٹھکانے لگانے والے صحابہ کرام میں حضرت علی، حضرت عمر فاروق اور حضرت عبیدہ ابن جراح رضی اللہ عنہم جیسے جلیل القدر صحابی بھی ہیں جو عشرہ مبشرہ میں شامل ہیں۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے اقدام کی تو اللہ تعالیٰ نے وحی الٰہی کے ذریعے تصویب بھی فرمائی۔ کیا کوئی بتانا پسند کرے گا کہ ان حضرات نے جب شاتمین کو ٹھکانے لگایا تو کیا انہوں نے حضور ﷺ سے اجازت طلب کی تھی یا کسی عدالت کا دروازہ کھٹکھٹایا تھا تاکہ یہ بات ثابت تو ہو جائے کہ گستاخی ہوئی بھی ہے کہ نہیں؟

یہاں یہ بات پیش نظر رہے کہ ہم عدالت کے اس حق پر قدغن نہیں لگا رہے کہ وہ اس بات کی آزادانہ تحقیق کر سکتی ہے کہ جسے گستاخی کے الزام میں قتل کیا گیا ہے، اس نے عملاً گستاخی کی بھی تھی کہ نہیں بلکہ ہمیں تعجب اس بات پر ہے کہ عدالت نے کم وبیش یہ سارے واقعات اپنے فیصلے میں قلم بند بھی کیے ہیں لیکن ان سے درست نتیجہ اخذ نہیں کیا، حالانکہ شاتم کو ماورائے عدالت مارنے والے پر قصاص یا دیت کا نہ ہونا ایسے شرعی مسلمات میں سے ہے جس پر کسی ایک صاحب علم کو بھی اختلاف نہیں۔

اب ان تاویلات کا ذکر کرتے ہیں جن کا سہارا لے کر عدالت نے غازی صاحب کے وکلاء کی طرف سے دیئے گئے دلائل کو مسترد کیا ہے۔ فاضل عدالت نے یہ مؤقف اختیار کیا ہے کہ حضور ﷺ نے ایسے شاتمین کو قتل کرنے کے اقدامات کی تصویب کئی اختیارات کا حامل ہونے کی وجہ سے فرمائی۔ عدالتی فیصلے کے الفاظ ملاحظہ ہوں:

> ’’نبی پاک ﷺ ہجرت کے بعد ریاست کے سربراہ، افواج کے کمانڈر ان چیف، ریاست کے چیف ایگزیکٹو اور چیف جسٹس بن گئے تھے جبکہ اس خطے میں قانون سازی کا اختیار بھی آپؐ کے پاس تھا۔ لہٰذا اگر حضور ﷺ نے کچھ گستاخوں کو قتل کرنے کا حکم دیا یا مسلمانوں کی طرف سے بعض شاتمین کو انفرادی طور پر قتل کرنے کے واقعات کی تصویب فرمائی تو اس کا سبب یہ تھا کہ آپ ﷺ نے ان اختیارات کو استعمال کیا جو مذکورہ بالا حیثیتوں میں آپؐ کی ذات میں مرتکز ہو گئے تھے۔‘‘ (Page:47 of the Judgement Dt. 09/03/2015)

فاضل جج صاحبان کی طرف سے پیش کی جانے والی یہ دلیل اپنے اندر کوئی ایسے مغالطے لیے ہوئے ہے

کہ اگر اسے درست مان لیا جائے تو شریعت کا ڈسپلن ہی خراب ہو جائے گا اور کئی قباحتیں اور تضادات لازم آئیں گے۔

اولاً، آج تک یہ تو سنتے آئے ہیں کہ کوئی سربراہ مملکت حدود کے مقدمات کے علاوہ کسی مقدمے میں دی جانے والی سزا میں تخفیف کر سکتا ہے یا اُسے کلیتاً معاف بھی کر سکتا ہے لیکن یہ انوکھا استدلال عدالت کے فیصلے میں ہی نظر آتا ہے کہ حضور ﷺ نے بطور سربراہ مملکت کسی کے فعل قتل کی تصویب فرما دی۔ عدالت کا یہ بے رحم تبصرہ بھی اس ہستی کے بارے میں ہے جو بلاشبہ دنیائے انسانیت کی عادل ترین شخصیت ہے۔ اگر حضور ﷺ کے پیش نظر بطور اصول یہ بات نہ ہوتی کہ شاتم رسول مباح الدم ہوتا ہے اور اگر اسے کوئی شخص ماورائے قانون بھی مار ڈالے تو اسے کوئی سزا نہیں دی جا سکتی تو آپ ؐ ایسے مقتولین کے خون کو رائیگاں اور باطل قرار کیوں دیتے؟ اگر عدالت کا یہ استدلال درست مان لیا جائے تو حضور ﷺ کی ذات ستودہ صفات کی عدل گستری پر ایک ایسا داغ لگ جاتا ہے جسے دھویا جانا ممکن ہی نظر نہیں آتا۔

ہماری عدالتیں اور ہمارے حکمران آج جس طرح جدید ترقی یافتہ اقوام سے خوف زدہ نظر آتے ہیں اور ہمیشہ قانون کی بالادستی اور پاس داری کے تصورات کے حوالے سے غیر ضروری حد تک دفاعی پوزیشن اختیار کر لیتے ہیں ان کے لیے لمحۂ فکر یہ ہے کہ یہ فیصلہ سامنے آنے کے بعد اگر یہ اقوام حضور ﷺ پر یہ الزام عائد کر دیں کہ آپ ؐ اپنی شان میں تنقیص کرنے والے لوگوں کے ماورائے قانون قتل پر قاتلوں کو بغیر کسی ضابطے اور اصول کے کوئی سزا نہیں دیتے تھے بلکہ ان کے اقدام کی تصویب فرما دیتے تھے تو ان کے اس الزام کو کیسے مسترد کیا جائے گا؟

ثانیاً، صاف ظاہر ہے کہ یہ حیثیت حضور ﷺ کو ریاست مدینہ کے قیام سے لے کر وصال تک حاصل رہی ہے تو پھر آپ ؐ نے جو بھی فیصلے اس عرصے میں فرمائے وہ ہمارے لیے حجت اور لائق اتباع کیسے قرار پائیں گے؟ پھر تو ہر فیصلے کے بارے میں آسانی سے یہ کہہ دیا جائے گا کہ یہ فیصلے صرف حضور ﷺ ہی کر سکتے تھے کیونکہ ریاست مدینہ کے قیام کے بعد آپ ؐ کی ذات مبارکہ میں چار بڑے عہدوں کے اختیارات جمع ہو گئے تھے جو بعد میں کسی بھی شخصیت میں جمع نہ ہو سکے، لہٰذا اب امت کے لیے یہ فیصلے نہ تو لائق اتباع ہیں اور نہ ہی قابل حجت (معاذ اللہ)۔ اس طرح تو سنت کی حجیت ہی مجروح ہو کر رہ جائے گی۔

ثالثاً، حضور ﷺ کے فیصلوں کو آپ ؐ کی ظاہری حیات مبارکہ تک ہی محدود کر دیا جائے تو اس سے آپ ؐ کے اسوۂ حسنہ میں نقص لازم آئے گا (معاذ اللہ) جبکہ آپ ؐ کی ذات ہی ہمارے لیے اسوۂ حسنہ ہے اور تا قیام قیامت آپ ؐ کا اسوہ ہی امت کی ہر معاملے میں راہنمائی کرے گا۔ اسوۂ حسنہ تو ہوتا ہی وہ ہے جو ہر ہر پہلو میں راہنمائی فراہم کر سکے۔ اگر آپ ؐ کے یہ فیصلے صرف آپ ؐ کی ظاہری حیات مبارکہ تک ہی محدود سمجھے جائیں تو پھر کوئی دریدہ دہن یہ بھی کہہ سکتا ہے کہ جب سنت ان مسائل پر راہنمائی فراہم نہیں کرتی پھر اسوۂ حسنہ کیا؟ (معاذ اللہ ثم معاذ اللہ)

رابعاً، اگر فاضل جج صاحبان کے بقول حضور ﷺ کی ذات ستودہ صفات کو مختلف حیثیتیں حاصل ہو گئی تھیں تو اس سے تو حضور ﷺ کی ذمہ داری اور بھی بڑھ گئی تھی اور ہر حیثیت میں بھی حضور ﷺ سے عدل ہی کی توقع کی جا سکتی تھی۔ بفرض محال اگر حضور ﷺ کی ذات میں یہ ساری حیثیتیں یکجا نہ بھی ہوتیں تو کیا کسی ایک حیثیت میں حضور ﷺ خلاف عدل فیصلہ فرما سکتے تھے؟ (معاذ اللہ)

خامساً، فاضل جج صاحبان نے حضور ﷺ کی باقی ساری حیثیتوں کا ذکر تو اہتمام سے کر دیا لیکن یہ کیوں بھول گئے کہ ان سب حیثیتوں سے فائق حیثیت آپ کا رسول اور نبی ہونا ہے جسے آپ ﷺ کی زندگی کے ایک لمحے سے بھی جدا نہیں کیا جا سکتا اور اس حیثیت میں حضور ﷺ شارح بھی ہیں اور شارع بھی اور آپ کا شارع ہونا پوری امت کے لیے تا قیام قیامت ہے۔ آپ ﷺ کی اس حیثیت کو صرف ریاست مدینہ تک محدود کرنا بھی دراصل فاضل جج صاحبان کا بہت بڑا مغالطہ ہے۔ حضور ﷺ نے جس حیثیت میں بھی فیصلے فرمائے وہ ساری حیثیتیں نبوت کے تابع تھیں۔ اس لیے وہ سارے فیصلے پوری امت کے لیے حجت ہیں اور انہیں حضور ﷺ کی ظاہری حیات مبارکہ یا ریاست مدینہ تک محدود کر دینے سے وہ ساری قباحتیں لازم آئیں گی جن کا تذکرہ ہم نے درج بالا سطور میں کر دیا ہے۔

اس مقام پر فاضل جج صاحبان نے ایک اور مغالطہ آمیز تبصرہ بھی کیا ہے جس پر بات کرنے سے قبل ضروری ہے کہ اسے یہاں نقل کر دیا جائے:

''یہ بات بالکل واضح ہے کہ اپیل کنندہ نہ تو چیف ایگزیکٹو نہ ہی سربراہ مملکت اور حتیٰ کہ نہ ہی جج تھا بلکہ وہ ایک سپاہی تھا جس کا فریضہ یہ تھا کہ وہ اپنے بڑوں کے احکام کو بجا لائے اور اس کے علاوہ اس کی کوئی ذمہ داری نہ تھی۔'' (Page:47 of the Judgement Dt. 09/03/2015)

یہاں فاضل جج صاحبان نے دفتری ذمہ داریوں کو ایک دینی فریضے سے گڈمڈ کر دیا ہے حالانکہ غازی صاحب نے سلمان تاثیر کا قتل کسی سرکاری فریضے کی ادائیگی کی خاطر نہیں کیا تھا بلکہ ایک امتی کے طور پر کیا تھا، نہ ہی انہوں نے دعویٰ کیا تھا کہ وہ سربراہ مملکت ہیں یا جج یا چیف ایگزیکٹو بلکہ وہ تو اپنے اقدام کی تصویب کے لیے اپنا معاملہ عدالت میں لائے تھے۔ عدالت کو کسی کے فعل قتل کی تصویب کرنے یا اپنے فعل قتل کی تصویب کرانے میں فرق کرنا چاہیے تھا۔ غازی صاحب نے دوسری صورت اختیار کی تھی۔ انہوں نے نہ تو کسی اور کو سلمان تاثیر کو قتل کرنے کا حکم دیا تھا اور نہ ہی کسی کے فعل قتل کی تصویب کی تھی تو پھر کیسے کہا جا سکتا ہے کہ انہوں نے چیف ایگزیکٹو، سربراہ مملکت یا جج ہونے کا تاثر دیا؟

فاضل جج صاحب نے غازی صاحب کے وکلاء کی اس دلیل کا جواب دیتے ہوئے کہ مقتول کسی بھی دوسرے گستاخ رسول کی طرح چونکہ مباح الدم تھا اس لیے اپیل کنندہ اسے قتل کرنے میں حق بجانب تھا، یہ تاثر بیان کیا ہے کہ حضور ﷺ کی زندگی دو ادوار پر مشتمل ہے، ایک مکی اور دوسرا مدنی۔ اور مکی دور میں عدالت کے بقول، حضور ﷺ کی حیثیت انفرادی تھی۔ اس دور میں آپ ؐ پر طرح طرح کے مظالم بھی ڈھائے گئے، آپ ﷺ کی توہین بھی کی گئی لیکن اس دور میں کسی بھی گستاخ کو کوئی سزا نہ دی گئی کیونکہ آپ ﷺ اس وقت انفرادی حیثیت میں کام کر رہے تھے اور آپ ﷺ کی حیثیت سربراہ مملکت کی نہ تھی۔ عدالت نے اس دور میں دو واقعات کا ذکر کیا ہے جن میں گستاخوں کو انفرادی طور پر بعض صحابہ کی طرف سے معمولی سزا دی گئی۔ جب مدینہ میں ریاست کا قیام عمل میں آیا تو آپ ﷺ سربراہ مملکت بن گئے۔ غزوۂ بدر سے پہلے مدنی دور میں بھی کوئی مثال پیش نہیں کی جا سکتی کہ حضور ﷺ نے کسی گستاخ کو قتل کرنے کا حکم دیا یا کسی مسلمان کی طرف سے کسی گستاخ کو قتل کرنے کے فعل کی تصویب فرمائی۔ بدر کے بعد جب ریاست مدینہ نے اپنے قدم جما لیے اور جزیرہ نمائے عرب میں مسلمان ایک ناقابل تسخیر طاقت بن گئے تو اس وقت حضور ﷺ نے گستاخوں کو قتل کرنے کے احکام بھی دیئے اور گستاخوں کو انفرادی طور پر مارنے والوں کے فعل کی تصویب بھی فرمائی۔ عدالت نے یہ پس منظر بیان کرنے کے بعد جو بات بیان کی ہے اس کی سطر سطر سے مغالطے عیاں ہو رہے ہیں۔ (جاری ہے)

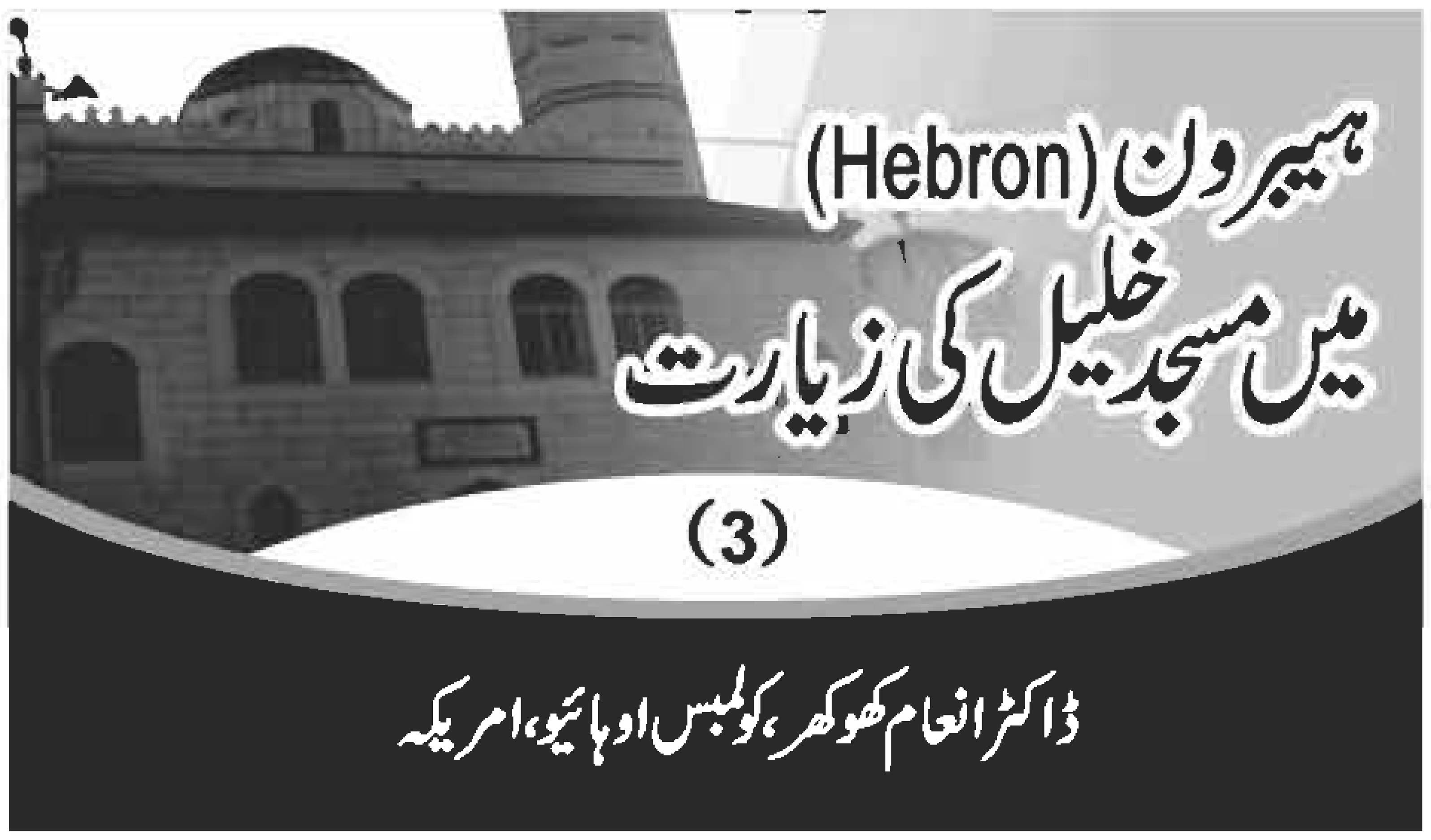

ہیبرون (Hebron) میں مسجد خلیل کی زیارت

(3)

ڈاکٹر انعام کھوکھر، کولمبس اوہائیو، امریکہ

یہ سفر شروع کرنے سے پہلے یروشلم میں آخری دن ہم یہودیوں کی مشہور دیوار گریہ دیکھنے گئے۔ (تصویر نمبر1) انگریزی میں اس کو Wailng wall یا Western Wall کہتے ہیں۔ یہودیوں کے عقیدے کے مطابق یہ Mount Temple کی آخری محفوظ

1

رہنے والی مقدس نشانی ہے۔ Mount Temple ایک بہت بڑی عبادت گاہ تھی جس کو حضرت سلیمان علیہ السلام نے (غالباً جنّات سے) بنوایا تھا۔ جب رومیوں نے اس عبادت گاہ کو 70ء میں تباہ کیا تو یہ Western Wall ہی ایسی دیوار تھی جو ان کی تباہی سے بچی۔ یہودیوں کے علاوہ عیسائی اور مسلمان بھی اس دیوار کو متبرک سمجھتے ہیں۔ اس دیوار کی پشت پر مسجد بُراق ہے، گویا دیوار کی کھلی طرف یہودیوں کے لیے اور اس کی پشت مسجد بُراق کی ایک دیوار بنتی ہے۔ یہ دیوار بڑے بڑے پتھروں سے بنی ہوئی ہے جس میں زمانہ گزرنے کے ساتھ پتھروں کے جوڑوں کے بیچ معمولی سا خلا پیدا ہو گیا ہے جن میں یہودی لوگ اپنی دعائیں اور منّتیں کاغذ پر لکھ کر تہہ کر کے دیوار کی دراڑوں میں پھنسا دیتے ہیں۔ معلوم ہوا ہے کہ اسرائیل کے علاوہ دوسرے ممالک سے بھی یہودی اپنی منّتیں لکھ کر بذریعہ ڈاک بھیجتے ہیں جن کو وہاں کے پیشوا دیوار میں پھنسا دیتے ہیں۔

ہم جب دیوار دیکھنے گئے تو اُس کے داخلی مقام پر دو یہودی سیکورٹی گارڈ کھڑے تھے۔ انہوں نے ایک دو سوال پوچھے اور اندر جانے کی اجازت دے دی۔ یہ ہفتے یا اتوار کا دن تھا اور اندر کافی تعداد میں (70 کے قریب) یہودی عبادت کر رہے تھے۔ ہر ایک اپنے طریقے سے عبادت میں مصروف تھا۔ صرف مرد حضرات اور کچھ لڑکے نظر آئے، عورت کوئی نہ تھی۔ ہر آنے والا یہودی پہلے پانی کے فوارے میں سے پیتل کے ایک برتن میں پانی لے کر اپنے ہاتھ دھوتا ہے، جیسا کہ تصویر نمبر 2 میں نظر آرہا ہے۔ اب اگر اس کے پاس ٹوپی

2

نہیں ہے تو وہاں پڑے برتن میں سے ٹوپی اٹھا کر سر پر رکھ لیتا ہے۔ یہودی تین چار مختلف شکل کی ٹوپیاں پہنتے ہیں، جیسا کہ تصویر نمبر 1 میں نظر آرہا ہے۔ کچھ پلاسٹک کی سفید کرسیاں بھی تھیں تاکہ کمزور لوگ بیٹھ کر عبادت کرسکیں۔ کچھ لکڑی کے Podium بھی تھے جہاں پر لوگ تورات وغیرہ رکھ کر پڑھ رہے تھے۔ ایک یہودی سینے پر ہاتھ باندھے شاید اپنے عقیدے کے مطابق نماز پڑھ رہا ہے۔ کچھ یہودی دیوار کے ساتھ سر لگائے دعائیں مانگ رہے ہیں یا گھومتے پھرتے وظیفہ کر رہے ہیں۔ (تصویر نمبر 1) میں نے چند تصویریں اور ایک ویڈیو کلپ اپنے کیمرہ سے بنایا۔ پھر ایک یہودی نے بڑے اخلاق سے کہا کہ تصویریں نہ بنائیں۔ میں نے بھی حکم کی تعمیل کی۔ اس سے اجازت لے کر پانچ عدد سفید سلک کی بنی ہوئی چھوٹی ٹوپیاں لے لیں جو پاکستان آکر میں نے چند دوستوں کو بطور تحفہ دیں۔ ٹوپیاں لے کر ہم وہاں سے لوٹ آئے۔ عیسائیوں کی عبادت گاہیں دیکھنے کا زیادہ موقع نہیں ملا۔ صرف مسجد اقصیٰ کے صحن سے دور ایک سنہری گنبد والا چھوٹا سا چرچ نظر آیا۔ میں نے اس کی تصویر کھینچ لی۔ یہ چرچ تصویر نمبر 3 میں دکھایا گیا ہے۔

3

مسجد اقصیٰ کی زیارت کے بعد ہم ٹیکسی لے کر مسجد خلیل کی زیارت کے لیے ہیبرون کی طرف روانہ ہوئے۔ ہیبرون فلسطینی علاقے ویسٹ بینک میں واقع ہے اور ٹیکسی میں یروشلم سے تقریباً ایک گھنٹے کی مسافت پر ہے۔ راستے میں حضرت یونس علیہ السلام کی مسجد اور مزار دیکھنے کا موقع ملا۔ حضرت یونس علیہ السلام کی مسجد ہیبرون کے شمال میں شہر Halhul میں واقع ہے جو ہیبرون سے تقریباً 5 کلومیٹر کے فاصلے پر ہے۔ ہم تقریباً 50 منٹ کے بعد اس مسجد میں پہنچے۔ وہاں ہم نے ظہر اور عصر کی نماز ادا کی اور حضرت یونس علیہ السلام کے مزار کی زیارت کی (تصویر نمبر 4)۔ یہاں سے فارغ ہو کر ہم پھر ہیبرون کی طرف روانہ ہوئے اور تقریباً 20 منٹ

4

کے بعد شہر کے بازاروں میں پہنچ گئے۔ امریکہ میں ہم نے انٹرنیٹ کے ذریعے ایک فلسطینی میزبان سے رابطہ کیا تھا۔ اس نے اپنے گھر میں ہی دو کمروں پر مشتمل رہائش کا انتظام کیا ہوا تھا۔ اس نے ہمیں بطور گائیڈ مسجد خلیل کی زیارت کرانی تھی۔ ہیبرون شہر پہنچ کر ہم نے اس سے فون پر رابطہ کیا۔ ہم جہاں ٹیکسی سے اُترے، وہ وہاں اپنی گاڑی میں پہنچ گیا اور ہمیں اپنے گھر لے گیا۔ ہم نے تھوڑا آرام کیا۔ فلسطینی میزبان اپنی بیوی اور دو بچوں کے ساتھ مکان کے بالائی حصہ میں رہائش پذیر تھا۔ مکان کے نچلے حصے میں اس کے ماں باپ رہتے تھے۔ آدھے گھنٹے کے بعد اس نے ہمیں اپنی بیوی بچوں سے ملوایا۔ اس کا ایک بیٹا 4 سال کا اور بیٹی 6 سال کی تھی۔ میرے پاس کچھ چاکلیٹ تھے جو میں نے بچوں کو دے دیئے۔ ہمارے گائیڈ نے بتایا

کہ اس کی بیوی ہمارے لیے چائے بنائے گی، اتنی دیر ہم بالکنی میں بیٹھ کر مسجد خلیل کا نظارہ کریں۔ ہم نے بالکنی سے چند تصویریں لیں (تصویر نمبر 5)۔

5

چائے پینے کے بعد ہم اپنے گائیڈ کی معیت میں مسجد خلیل کی طرف پیدل روانہ ہوئے۔ گائیڈ کا مکان پہاڑی پر تھا اور مسجد نشیبی علاقے میں واقع تھی۔ (تصویر نمبر 6)

6

گائیڈ نے ہمیں بتایا کہ مسجد کے گرد کافی مکان فلسطینیوں کے ہیں، جو خالی کروا کے یہودی سکیورٹی فورس نے اپنے فوجیوں کو دیئے ہیں۔ کچھ نئے یہودی شہریوں کو لا کر زبردستی فلسطینی مکان خالی کروا کے وہاں آباد کر دیا گیا ہے۔ یہودی فوجیوں اور یہودی فیملی کے لوگوں کے لیے مسجد جانے کے راستے چھوٹے ہیں جبکہ فلسطینی لوگوں کے لیے مسجد جانے کے راستے گھوم گھما کر کافی لمبے ہیں۔ مسجد کے دو حصے ہیں: ایک میں مسلمان عبادت کرتے ہیں اور دوسرے میں یہودی۔ مسلمانوں کے حصے کو بھی یہودی کنٹرول کرتے ہیں۔ مسجد کے باہر یہودی سکیورٹی کا دفتر ہے جو مسجد میں جانے والے ہر آدمی کا پاسپورٹ یا شناختی کارڈ چیک کرتے ہیں۔ ہم اپنے پاسپورٹ چیک کروا کے مسجد میں داخل ہوئے۔ مسلمانوں کے حصے میں چار عدد مزار ہیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کی اہلیہ حضرت سارہ رضی اللہ عنہا (تصویر نمبر 7، 8) اور حضرت اسحٰق علیہ السلام اور ان کی اہلیہ حضرت

7

8

رفقہ رضی اللہ عنہا (تصویر نمبر 9، 10)۔ تصویر نمبر 11 میں مزاروں کے علاوہ مسجد کا محراب اور منبر بھی دکھائی دیتے ہیں۔ منبر حضرت صلاح الدین ایوبیؒ نے بنوایا تھا اور ان کے نام کی پلیٹ منبر کے بالائی حصے پر لگی ہوئی ہے۔ تصویر نمبر 12 میں یہ منبر مزید نمایاں دکھایا گیا

9

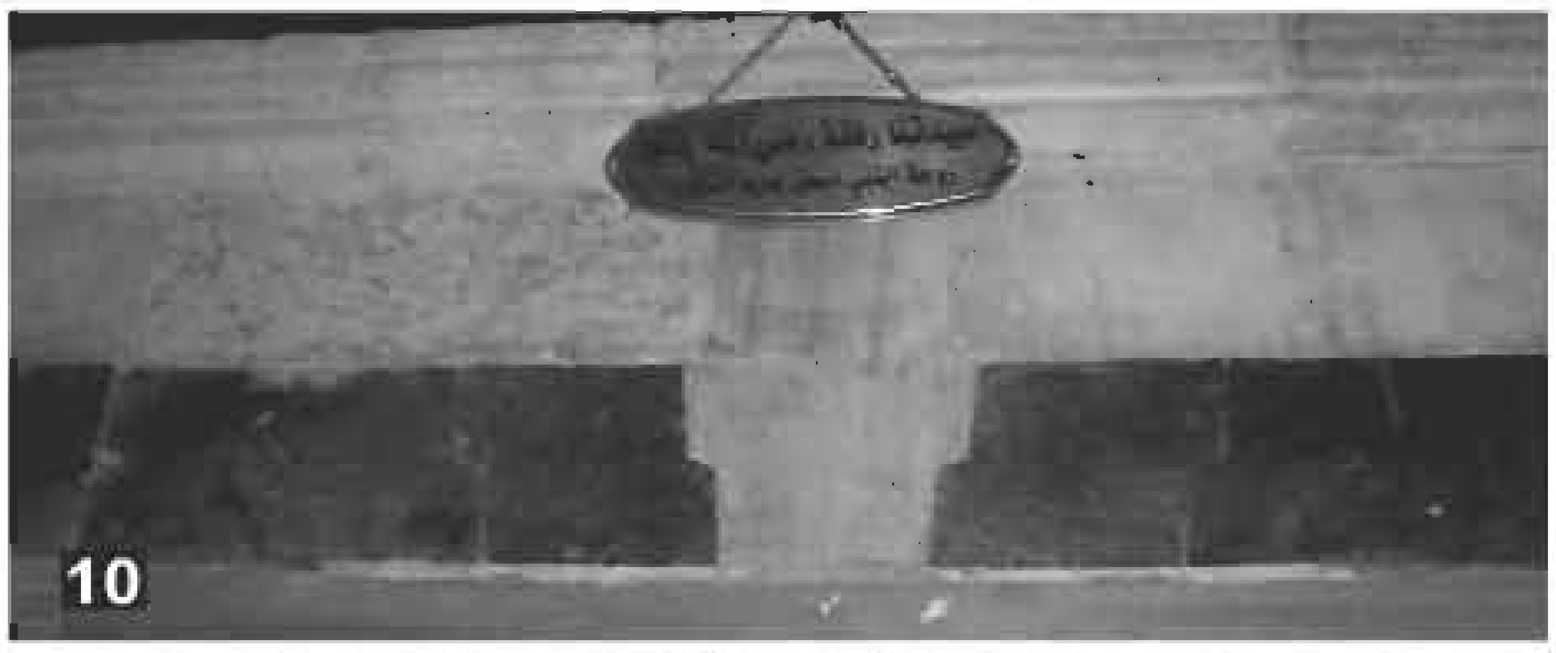
10

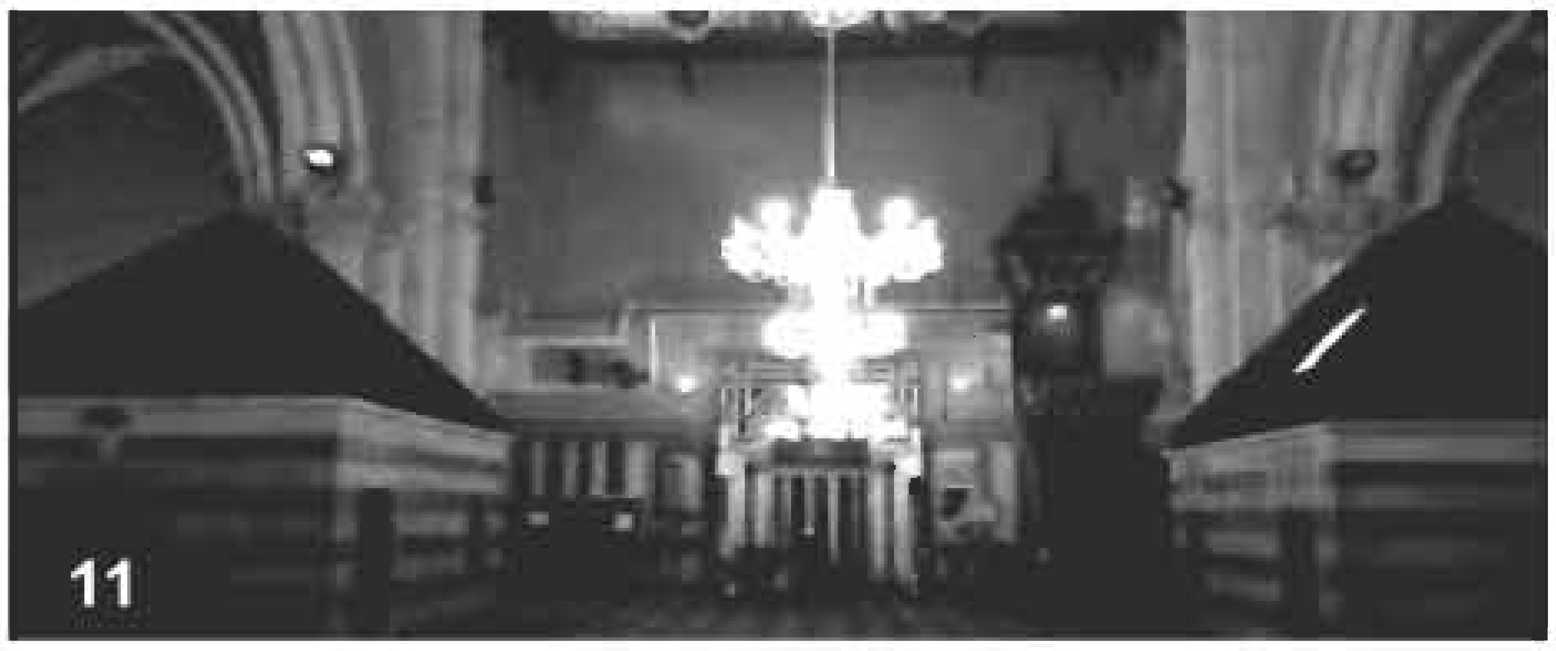
11

12

ہے۔ ہم نے مسجد کے مختلف حصے دیکھے، نفل ادا کیے اور کچھ تصویریں اتارنے کے بعد واپس گھر آ گئے۔ مسجد کے یہودی حصے میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے مزار کی ایک سائیڈ ہے اور دوسری سائیڈ مسلمانوں والے حصے میں ہے، یعنی مزار دونوں حصوں کی مشترکہ دیوار کے درمیان واقع ہے۔ میزبان کی اہلیہ نے ہمارے لیے فلسطینی طرز کی بریانی بنائی ہوئی تھی۔ ساتھ میں دہی اور مختلف سبزیوں سے بنا ہوا فلسطینی اچار تھا۔ بریانی بہت لذیذ تھی اور ہم نے خوب مزے سے کھائی۔ مغرب اور عشاء کی نماز ہم نے اپنے کمرے میں ادا کی اور پھر چائے کا کپ پی کر گہری نیند سو گئے۔

صبح میزبان کی اہلیہ نے ہمارے لیے آملیٹ، دہی اور ڈبل روٹی کا ناشتہ تیار کیا اور ساتھ میں چائے بھی تھی۔ اس کے بعد ہم نے اپنے گائیڈ سے بل کی ادائیگی کے بارے پوچھا۔ اس کا جواب تھا کہ ہم غریب لوگ ہیں، آپ کی طرح کے کبھی کبھی کچھ Tourist آ جاتے ہیں۔ اس کے علاوہ کوئی اور آمدن کا ذریعہ نہیں، اس لیے ہماری جتنی مدد کر سکتے ہیں کر دیں۔ ہم نے آپس میں مشورہ کر کے ایک مناسب رقم اس کو دے دی جسے اس نے خوشی سے قبول کر لیا۔ ویسٹ بینک کے فلسطینی علاقے میں بھی صرف اسرائیلی کرنسی چلتی ہے۔ ہمارے میزبان نے ہمارے لیے ٹیکسی کا انتظام کیا ہوا تھا اور اس سے کرایہ بھی طے کیا ہوا تھا۔ ٹیکسی ٹھیک نو بجے آ گئی اور اس میں بیٹھ کر ہم اسرائیل اردن بارڈر کی طرف روانہ ہو گئے۔

الحمدللہ ثم الحمدللہ ہمارا یہ سفر اختتام پذیر ہوا اور ہم بخیر و عافیت عمان پہنچ گئے، جہاں سے ہم نے عمرہ کے لیے جدہ کے لیے روانہ ہونا تھا۔ ☆☆☆☆☆

حلقہ لاہور شرقی کے زیر اہتمام فہم دین پروگرام

حلقہ لاہور شرقی کے تحت رائز کالج گلبرگ میں دس روزہ فہم دین پروگرام کا انعقاد کیا گیا۔ اس کے لیے مقامی تنظیم صدر کے مبتدی رفیق جواد احمد نے بہت محنت کی۔ پروگرام کا آغاز یکم مارچ کو اور اختتام 13 مارچ کو ہوا۔ پروگرام کے موضوعات اور مقررین درج ذیل تھے:

موضوع	مقرر
قرآن مجید اور ہماری ذمہ داریاں	عبدالمنان
نجات کی شرائط	سجاد سرور
نیکی کی حقیقت	عبدالمنان
فطرت سلیمہ کی ترجمانی سورۃ الفاتحہ کی روشنی میں	سجاد سرور
ایمان کے ثمرات	محمد عظیم
بندہ مومن کی صفات سورۃ المومنون کی روشنی میں	عبدالمنان
فکر آخرت	شکیل احمد
ایمان، تقویٰ، جہاد فی سبیل اللہ	شکیل احمد

پروگرام میں تقریباً 25 سے 30 افراد شریک ہوئے۔ آخری پروگرام میں 50 افراد شریک ہوئے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ پروگرام میں حصہ لینے والے تمام لوگوں اور انتظامیہ کے انفاق وقت اور مال کو اپنی بارگاہ میں شرف قبولیت عطا فرمائے۔ آمین! (رپورٹ: محمد عظیم)

حلقہ فیصل آباد کا سہ ماہی تربیتی اجتماع

8 مارچ کو صبح نو بجے قرآن اکیڈمی جھنگ میں حلقہ کا سہ ماہی تربیتی اجتماع منعقد ہوا، جس میں حلقہ بھر سے رفقاء نے شرکت کی۔ سخت سردی اور مسلسل بارش کے باوجود رفقاء کی حاضری تسلی بخش رہی۔

پروگرام کا آغاز شیخ محمد سلیم کی تلاوت قرآن مجید سے ہوا۔ اس کے بعد امیر حلقہ فیصل آباد محترم ڈاکٹر عبدالسمیع نے سورہ شوریٰ کے حوالے سے ایک انقلابی جماعت کے کارکنوں کے اوصاف تفصیل سے بیان کیے۔ مقامی تنظیم ٹوبہ ٹیک سنگھ کے ناظم تربیت میجر (ر) محمد احسن نے درس حدیث دیا۔ انہوں نے قیامت کے احوال کی اس انداز سے منظر کشی کی کہ حاضرین پر رقت کی کیفیت طاری ہوگئی۔ چائے کے وقفہ سے قبل شیخ محمد سلیم نے ترنم سے کلام اقبال سنایا۔

وقفہ کے بعد تنظیم اسلامی کے رہنما اور انجمن خدام القرآن جھنگ کے صدر محترم مختار حسین فاروقی نے ''قافلہ انسانیت و ہدایت: منزل بہ منزل'' پر ایک طائرانہ نظر ڈالی۔ انہوں نے رفقاء کو احساس دلایا کہ وہ پیغمبرانہ مشن کے علمبردار ہیں۔ اگلے مقرر نائب امیر حلقہ فیصل آباد جناب محمد رشید عمر تھے۔ انہوں نے اپنے خطاب میں ملکی و بین الاقوامی سیاسی حالات کے حوالے سے حاضرین کو مفید معلومات فراہم کیں۔ نماز ظہر اور کھانے کے وقفہ کے بعد مقامی تنظیم جھنگ کے امیر جناب عبداللہ اسمٰعیل نے ''ایمان بالآخرۃ'' کے حوالے سے مختصر مگر موثر خطاب کیا۔ (رپورٹ: حافظ ارشد علی)

حلقہ لاہور شرقی کے زیر اہتمام ''ایمان بالآخرت'' کے موضوع پر درس قرآن

15 مارچ 2015ء کو صبح 11 بجے تحریک محنت پاکستان (لاہور زون) کے دفتر واقع منظور پلازہ نزد ریلوے کیرن ہسپتال، علامہ اقبال روڈ، لاہور میں ''ایمان بالآخرت'' کے موضوع پر درس قرآن کا انعقاد ہوا۔ راقم کو تذکیر بالقرآن کی سعادت حاصل ہوئی۔ حاضرین سے خطاب کرتے ہوئے راقم نے توجہ دلائی کہ ایمان باللہ ایمانیات میں سے بنیادی ایمان ہے، ایمان بالرسالت قانونی و فقہی طور پر اہمیت کا حامل، جبکہ ایمان بالآخرت عملی اعتبار سے موثر ترین ایمان ہے۔ شکوک و شبہات، انسان کو آخرت کے صاف انکار میں مبتلا کر دیتے ہیں جس کا استدلال سورۃ المومنون کی آیات 35 تا 37 سے ثابت ہے۔ جس شخص کو نفس مطمئنہ حاصل ہو جاتا ہے اصل میں وہی دنیا و آخرت میں کامیاب ہوگا۔ انکار آخرت کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ انسان اللہ کی نافرمانی سے حاصل ہونے والے نقد فوائد، لذتوں اور عیاشیوں کو چھوڑنا نہیں چاہتا۔ میدان حشر میں اعمال کے نتائج چہروں سے ظاہر ہوں گے۔ اعلیٰ نصب العین کے لیے زندگی بسر کرنے والوں کے چہرے تروتازہ جبکہ غفلت میں پڑے رہنے والوں کے چہرے انتہائی اُداس اور گرد آلود ہوں گے۔ اس پروگرام میں تحریک محنت پاکستان (لاہور زون) کے ذمہ داران نے شرکت فرمائی۔ زونل صدر نے حلقہ لاہور شرقی کے ذمہ داران کا شکریہ ادا کیا اور آئندہ بھی اس سلسلہ کو جاری رکھنے کی خواہش کا اظہار کیا۔ دعا کے ساتھ یہ پروگرام اختتام پذیر ہوا۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ پروگرام میں حصہ لینے والے تمام لوگوں اور انتظامیہ کے انفاق وقت اور مال کو اپنی بارگاہ میں شرف قبولیت عطا فرمائے۔ آمین! (مرتب: محمد عظیم)

حلقہ ملاکنڈ کے زیر اہتمام سہ ماہی دعوتی و تربیتی اجتماع

22 مارچ 2015ء کو حلقہ ملاکنڈ کے زیر اہتمام سہ ماہی دعوتی و تربیتی اجتماع کا انعقاد کیا گیا۔ رُفقاء کے لیے الگ اور احباب کے لیے الگ نشستوں کا اہتمام ہوا۔ 9 بجے مسجد کے ہال میں رُفقاء جمع ہونا شروع ہوئے۔ سٹیج سیکریٹری کی ذمہ داری شاہ وارث نے ادا کی۔

پروگرام کا آغاز درس قرآن سے ہوا۔ باجوڑ کے ملتزم رفیق مولانا شاہد لطیف نے سمع و طاعت کے موضوع پر درس کی سعادت حاصل کی۔ مقامی تنظیم داروڑہ کے امیر نے امانت اور عہد وفا کے حوالہ سے درس حدیث دیا۔

اجتماع کا مرکزی موضوع ''امیر و مامور کا باہمی تعلق'' رکھا گیا تھا۔ اسے تین ضمنی عنوانات میں تقسیم کیا گیا: 1۔ ''اطاعت بمقابلہ تنازع فی الامر'' 2۔ ''اجتماعی زندگی کا مہلک ترین مرض ''نجویٰ'' 3۔ ''نظم جماعت کی پابندی اور اس سے رخصت اور معذرت کا معاملہ''۔ ان پر بالترتیب حضرت نبی محسن، محمد آمین سواتی اور حافظ احسان اللہ نے گفتگو کی۔ اجتماعی دُعا اور انجینئر نوید احمد کے لیے خصوصی دُعائے صحت پر پروگرام کا اختتام ہوا۔ نماز ظہر اور ظہرانہ کے بعد رُفقاء رخصت ہوئے۔ (مرتب: فضل واحد)

ضرورت: ڈائریکٹر قرآن اکیڈمی پشاور

انجمن خدام القرآن خیبر پختونخوا کے زیر انتظام قرآن اکیڈمی پشاور میں ڈائریکٹر کی آسامی کے لیے درج ذیل شرائط/اہلیت کے مطابق درخواستیں مطلوب ہیں:

☆ عمر: کم از کم 30 سال ☆ تجربہ: مینجمنٹ میں پانچ سالہ تجربہ

☆ تعلیمی قابلیت: ایم اے، ترجیحاً ایم بی اے (ہیومن ریسورسز)

☆ کمپیوٹر لٹریسی: ایم ایس آفس، ویب ہوسٹنگ، ان پیج

☆ امیدوار کو گفتگو، تحریر اور مطالعے کے حوالے سے اردو اور انگریزی زبانوں پر عبور ہونا چاہیے۔ ☆ تنخواہ تعلیم اور تجربے کے مطابق طے کی جائے گی۔

☆ مرکزی / کسی ذیلی انجمن خدام القرآن سے ایک سالہ / دو سالہ کورس کے فارغ التحصیل رفیق تنظیم اسلامی کو ترجیح دی جائے گی۔

خواہش مند حضرات اپنا CV، 30 اپریل 2015ء تک درج ذیل پتہ پر ای میل کر سکتے ہیں: anjumankp@gmailcom

Feminine Delusion

By Muhammad Zeeshan

The topic may initially seem weird but it is one of the core causes of our social disorders. The delusion subsists under two pretenses. It starts with the fallacy of the modern secular world regarding the feminine movement and ends with the misconception regarding the role of females in today's world.

The secular international dictum named the first woman of the world as EVE (The Wife of Prophet Adam AS). It originates from the root EVIL based on the theory that women are the root cause of all evil because she (and we seek Allah's protection from uttering such) was the cause of expulsion of Adam (AS) from Paradise, a belief alien to Islam. This, simultaneously, is a brief introduction as well as the final conclusion drawn on the behest of the modern secular and to a certain degree the unorthodox Christian world regarding women.

Evil manifests itself by annihilating all and sundry. The same was planned by the evil Zionist conspirators regarding the role to be assigned to women in order to annihilate their true and genuine identity as espoused in nature. But women being a physical existence cannot be slayed, therefore she was vividly trampled. She was made to believe that despite all the physical, biological and psychological uniqueness, she is just the same as men. There could probably have never been a sillier tagline! Consequently, she was made to experience all the teething troubles she was never created for, and we all experience that day-in, day-out.

Contrary to the secular version, Islam presents a completely different concept.

The Quran says

"But the Satan caused them (both) to slip out of it and remove them from that condition in which they had been." (Al-Baqarah: 36)

The root cause of the evil is Satan; not women. He is an equal enemy of men and women both. What follows is that the sense of equality in Islam between men and women is not physical but spiritual.

Secondly, the woman herself has lost her identity by being driven in the glamour of the society.

In the Arabic diction the word used for woman is "AURATUN" which when pronounced singularly becomes "AURAH", literally meaning "something which is to be kept hidden". When an entity losses its identity, it is thrown to a pack of wolves and this cruel society hoodwinks the entity on whims, desires and part-conspiracy.

In conclusion, it would be wise for women to identify themselves, their presence, distinctiveness and their spirit to eventually succeed in this world and in the Hereafter.

رفقاء متوجہ ہوں

رفقاء کے تحریری سوالات اور
امیر تنظیم اسلامی حافظ عاکف سعید حفظہ اللہ
کے جوابات پر مشتمل ماہانہ پروگرام
تنظیم اسلامی کی ویب سائیٹ www.tanzeem.org پر

امیر سے ملاقات

کے عنوان سے دیکھا جا سکتا ہے

☆ رفقاء تنظیم پروگرام کے لیے سوالات اپنے نام اور مقامی تنظیم وحلقہ کے حوالہ کے ساتھ ہر ماہ کی 20 تاریخ تک درج ذیل ذرائع سے بھجوا سکتے ہیں۔
i) بذریعہ ای میل: media@tanzeem.org پر۔ ii) بذریعہ خط: K-36 ماڈل ٹاؤن لاہور کے پتے پر۔
iii) بذریعہ SMS موبائل نمبر 0312-4024677 پر۔

خالصتاً فقہی نوعیت کے سوالات کے جوابات نہیں دیئے جائیں گے

المعلن: مرزا ایوب بیگ (ناظم نشر واشاعت تنظیم اسلامی)
K-36 ماڈل ٹاؤن لاہور
042-35869501-3/042-35856304